جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

صفر المظفر
۱۴۱۵ھ

اگست
۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۲ | صفر المظفر ۱۴۱۵ھ ـ اگست ۱۹۹۴ء | شمارہ : ۱۱

مدیر

سیّد محمود میاں

مدرّس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۰ روپے	سالانہ ۱۱۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات . . .	״ ۴۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	״ ۱۰ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ	״ ۱۶ ڈالر
برطانیہ	״ ۱۷ ڈالر

◯ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ . . . . . سے آپ کی مُدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور۔ کوڈ ۵۴۰۰۰، فون ۲۰۱۰۸۶ - ۲۰۹۰۵۲

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ———————— ۳

درسِ قرآن ———— حضرت مولانا قاری محمدؒ طیبؒ ———— ۵

درسِ حدیث ———— حضرت مولانا سیدؒ حامد میاںؒ ———— ۸

استدراک ———— جناب پروفیسر محمدؒ اسلم صاحب ———— ۱۳

وہ مسجد کیا (نظم) ———— جناب سیدؒ امین گیلانی صاحب ———— ۱۷

سیرۃِ مُبارکہ ———— حضرت اقدس مولانا سیدؒ محمدؒ میاں ———— ۱۸

خطبہ امامِ حرم ———— فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن السدیس امام حرم مکی ———— ۲۸

گردیز کے محاذ پر ———— ڈاکٹر محمود عارف ———— ۴۰

حاصلِ مطالعہ ———— مولانا نعیم الدّین صاحب ———— ۴۵

تبصرہ ———— ڈاکٹر عبدالواحد صاحب ———— ۴۹

رابطہ : دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیدؒ رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد۔یو۔پی۔انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمُود میاں

نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم

گزشتہ ماہ مؤرخہ ۱۲ جولائی ۱۹۹۴ء کو لاہور کے ایک دینی مدرسہ جامعہ عثمانیہ رسول پارک کی مسجد کو چند درندہ صفت لوگوں نے اپنی جارحیت کا نشانہ بنایا۔ فجر کی نماز کے بعد ابھی نمازیوں نے دُعا، شروع ہی کی تھی کہ دو نامعلوم موٹر سائیکل سواروں میں سے ایک نقاب پوش شخص مسجد میں داخل ہُوا اور نمازیوں پر بم مار کر اپنے ساتھی سمیت فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا بم پھٹنے کے نتیجہ میں درجہ تحفیظ القرآن کے دو طالب علموں میں سے ایک موقع پر شہید ہوگیا جبکہ دوسرا طالب علم کچھ دیر بعد ہسپتال پہنچ کر شہید ہُوا۔ تقریبًا بیس نمازی زخمی ہُوئے جن میں سے آٹھ شدید زخمی تھے چار پانچ روز بعد ایک اور زخمی کے جان بحق ہونے سے اَب تک شہید ہونے والوں کی تعداد تین ہوچکی ہے۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلیہ راجعون۔

امام مسجد کی جانب سے مقدمہ درج کرا دیا گیا ہے اور نامزد ملزمان میں سے ایک گرفتار کرلیا گیا ہے۔ تفتیش کا عمل جاری ہے، قبل ازیں سانحہ مسجد احسان و مسجد جیا موسیٰ شاہدرہ اور ملک کے دیگر شہروں میں اسی نوعیت کے حادثات کے نتائج کی روشنی میں اس قسم کے واقعات کے سدِّباب کی توقعات دن بدن معدوم ہوتی جارہی ہیں۔ حکام اپنی ناکامی پر پردہ ڈالنے کی خاطر اِن حادثات کا ذمّہ دار "را" کو قرار دے کر سُبکدوش ہوجاتے ہیں جبکہ "را" کے ایجنٹ جو کاروائی

بھی کرتے ہیں وہ روایتی انداز کی ہی ہوتی ہے کوئی غیبی مخلوق اس کام کو انجام نہیں دیتی نہ ہی ہندوستان سے کوئی راکٹ داغا جاتا ہے کہ کیس داخلِ دفتر کرکے حکام ہاتھ پہ ہاتھ دھر لیں بلکہ اس آبادی میں بسنے والے افراد ہی میں سے کوئی نہ کوئی اس کا ذمہ دار ہوتا ہے ۔ بالفاظِ دیگر حکام کی خواہش یہ معلوم ہوتی ہے کہ تھانوں کا نظام بھی عوام ہی سنبھال لیں اور حکام کو گھر بیٹھے ہی حقِ خدمت وصول ہوتا رہے ۔ وہ مشتبہ افراد پر نظر رکھنے کی ذمہ داری بھی عوام پر ہی ڈالنا چاہتے ہیں جبکہ اس کے نتیجہ میں اُن کے جان ومال کے تحفّظ کی کوئی گارنٹی نہیں ۔ حکومت کی ناکامی و نااہلی کا کھلا ثبوت گزشتہ ماہ کی ٹھوکر نیاز بیگ (جس کی بہت کچھ تفصیل قومی اخبارات میں سب نے پڑھی ہے) پولیس کارروائی ہے جو بُری طرح ناکام ہوئی یہ ناکامی خوب خوب جگ ہنسائی کے علاوہ عوام کی مایوسی میں اضافہ اور جرائم پیشہ افراد کے حوصلوں کو بلند کرنے کا سبب بنی ہمارے خیال میں شہروں اور گاؤں دیہاتوں میں اسلحہ کے اس قدر انبار و ذخائر ملک میں کسی بھی موقع پر زبردست خانہ جنگی کا پیش خیمہ ہیں اور حکام بالا اس سے دانستہ چشم پوشی کے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں ۔

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ جب حکومت شہریوں کے جان ومال کی حفاظت میں ناکام ہوجائے یا اس میں تساہل سے کام لے تو وہ خود اس نقصان کی ذمہ دار اور جوابدہ ہوتی ہے لہٰذا اس قسم کے واقعات کے ذمہ دار حکمرانوں کو چاہیے کہ یا تو اس نقصان کی تلافی کریں نہیں تو اپنی نااہلی کا اعتراف کرتے ہوئے مستعفی ہوجائیں ۔

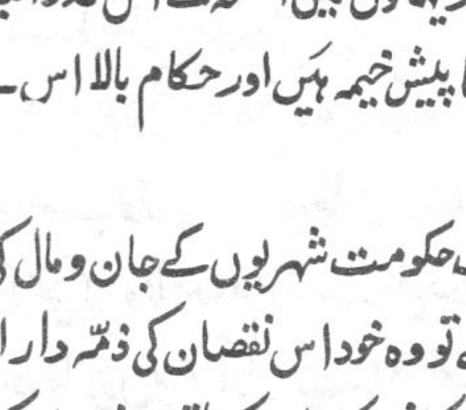

درسِ قرآن حکیم

از حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم دار العلوم دیوبند
تبویب و تزئین : مولانا نعیم الدین صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

قبل از موت محاسبہ میں سہولت ہے

اس میں سہولت یہ کہ روز کا روز حساب کرتا رہے نامۂ اعمال دُرست ہوتا رہے گا جیسے ایک سرکاری ملازم ہو اگر وہ روز کا روز اپنا حساب دیکھ لے کاغذات دُرست کر لے وہ مطمئن رہے گا کہ چیکر جس وقت بھی آجائے گا میں پیش کر دوں گا۔ یہ میرا حساب صاف ہے ہر وقت اسے اُمّید لگی ہوئی ہو گی اور وہ چاہتا ہو گا کہ کوئی چیکنگ کرنے کے لیے آئے تاکہ میرا صاف ستھرا حساب دیکھے تو میری ترقّی ہو گی اور گورنمنٹ سے میرا اعزاز ہو گا اور ایک وہ ملازم ہے کہ اپنا آرام سے گزار رہا ہے اس نے کہا غلطیاں ہیں مہینہ کے ختم پر کر لوں گا اکٹھی، لیکن مہینہ گزرنے نہیں پایا تھا کہ بیچ میں چیکر آگیا اب جو چیکنگ کی تو معلوم ہُوا سارا حساب غلط ہے تو سوائے برخاستگی کے، سوائے جرمانے کے، سوائے جیل خانہ کے اور کیا ہو گا اس کے لیے ؟ تو بہترین شخص وہ ہے جو روز کا روز حساب اپنا دُرست کر لے تاکہ انجام کے وقت مطمئن ہو کر چلا جائے کہ میرا چٹھا تو صاف ہے۔

آنرا کہ حساب پاک است　　از محاسبہ چہ باک

جس کا حساب صاف ہے اُس کو محاسبہ اور چیکنگ سے کوئی بھی ڈر نہیں ہو گا وہ تو تمنّا میں رہے گا کہ کاش کوئی چیکنگ کرے تو میرا انعام بڑھے میری ترقّی ہو اس لیے میں نے عرض کیا کہ مہینہ اور سال کو چھوڑ کر اگر روز کا روز سوتے وقت ایک دس منٹ آدمی غور کر لیا کرے کہ کتنی میں نے حق تلفیاں کیں اور کتنی ادائیگیاں کیں حقوق کی، جتنی ادائیگی اللہ

کے حقوق کی، بندوں کے حقوق کی ہُوئی شکر کرے حمد کرے اور کہے کہ اللہ یہ تیری توفیق سے ہُوا مَیں تو اس قابل نہیں تھا اور جتنی غلطیاں ہُوئیں فورًا معافی مانگ لے اہلِ حقوق ہیں اُن سے معاف کرالے۔ وہ صاف سُتھرا رہے گا۔ پھر اس کے قلب میں تشویش نہ ہوگی طمانیت ہوگی، بشاشت ہوگی، بادشاہوں کی مانند اس کی زندگی ہوگی کہ میں کسی کا قرض دار نہیں ہوں، کسی کا دیندار نہیں ہوں، وہ بادشاہوں کی طرح بسر کرے گا یہ بہتر ہے کہ آدمی ایک فقیر پریشان پراگندہ حال کی طرح زندگی بسر کرے، یا یہ بہتر ہے کہ بادشاہ بن کر زندگی بسر کرے جس کا قلب صاف ہے وہ بادشاہت میں ہے اور جس کے قلب میں بے چینی ہے وہ فقیر ہے پریشان حال ہے تو اُس پریشانی کو دُور کرنے کی صُورت شریعت نے رکھی محاسبہ کہ روزانہ اپنا حساب لے لیا کرے اس لیے فرمایا وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ نعمتوں کے استعمال سے ہم نہیں روکتے مگر دو باتیں چاہتے ہیں ایک تو یہ کہ حدود میں ہو استعمال، حد سے گزرا ہُوا نہ ہو اور ایک یہ کہ موت کو یاد کرتے رہو بے فکر ہو کر مت رہو۔

مُسلمان کی حقیقت متفکّر ہونا ہے

تو گویا مُسلمان کی حقیقت نکلی متفکّر، وہ فکر میں رہے کہ میرے سے کسی کی حق تلفی نہ ہو جائے، ہر وقت فکر لگی ہُوئی ہو، اسی کو حدیث میں فرمایا گیا ہے تَفَکُّرُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ سَنَۃٍ ایک گھڑی فکر کرنا اپنے معاملہ میں یہ ایک برس کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ صحیح فکر سے ایک برس کی عبادت کا رستہ درست ہو جاتا ہے کُھل جاتا ہے تو بے فکری عبادت کار آمد نہیں ہے فکر مندانہ عبادت ہوگی وہ کار آمد ثابت ہوگی اس لیے اِلَیْہِ النُّشُوْرُ سے توجہ دلائی گئی کہ حساب آنا ہے اور ہماری طرف پہنچنے والے ہو تم اس وقت کو پیشِ نظر رکھ کر کرو جو تمہارا جی چاہے کرو چاہے اسلام اختیار کرو چاہے کُفر مگر یہ سمجھ لو کہ آکر حساب دینا ہے اور اگر یہ کہو کہ ہمارے فرشتے وقت پر نہیں آئیں گے اوّل یہ خام خیالی ہے لیکن اگر یہ ہو بھی تو فرشتوں کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے یہ زمین ہی کافی ہے تمہارے لیے بادل ہی کافی ہیں، ایک مچھّر ہی کافی ہے وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا ھُوَ اللہ کے لشکروں کو کوئی نہیں جانتا کہ کہاں کہاں ہیں چاہے مچھّروں سے کام لے لے، چاہے چیونٹیوں سے کام لے لے، چاہے بادلوں سے کام لے لے چاہے زمین سے کام لے لے وَ اِلَیْہِ

النُّشُوْرُ پہلے سے پہلے نذیروں کے ڈرانے کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ وقت کے وقت پر تمہیں یاد آئے تو کہو کہ واقعی ڈرانے والے صحیح کہہ رہے تھے ہم ہی غلطی کے اُوپر تھے اُس وقت کا اعتراف کارآمد ثابت نہیں ہوگا، تو یہاں تک حق تعالیٰ نے گویا زمین کا جو صوبہ ہے اس کی حکومت کا، اس کے متعلق ایک اجمالی صُورت بیان فرمائی کہ نعمتوں کے استعمال کی اجازت دی، حدود بتلا دیں۔ اب دوسرا علاقہ جو ہے وہ جَوّ اور فضا کا ہے جس کو شروع کیا گیا ہے اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ وہ انشاء اللہ کل کو بیان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے عمل صالح کی۔

○

انتقالِ پُرملال

گزشتہ دنوں جامعہ کے انتہائی مخلص و معاون جناب محترم بھائی فیروز صاحب کی بڑی ہمشیرہ صاحبہ مختصر علالت کے بعد وفات پا گئیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اس بڑے حادثہ پر اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

معاونین جامعہ ہوشیار باش

۱۹۸۷ء میں مولانا سعید خان صاحب (راولپنڈی والے) کے نام جامعہ مدنیہ کی رسید بک ۱۴۷ جاری کی گئی تھی جو اُن کے دوست حاجی انیس صاحب (باڑہ مارکیٹ راولپنڈی) کی دُکان میں چوری کے سبب گم ہو گئی ہے لہٰذا تمام معاونین سے درخواست ہے کہ اگر اس جلد نمبر کی کوئی رسید کسی سے کٹوا چکے ہوں تو مطلع فرمائیں اور اگر آئندہ اس جلد نمبر کا حامل کوئی شخص چندہ مطالبہ کرتا ہُوا پایا جائے تو برائے مہربانی حوالہ پولیس کریں یا ذمہ دارانِ جامعہ کو مطلع فرمائیں۔ شکریہ (ادارہ)

○

مولای صل وسلم دائماً ابداً　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رح کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں انہوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت در فشاں است　　خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۴، ۴ ستمبر ۱۹۸۱ء

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

عَنْ سُلَیْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ کَانَ بَیْنَ مُعٰوِیَۃَ وَبَیْنَ الرُّوْمِ عَھْدٌ وَّکَانَ یَسِیْرُ نَحْوَ بِلَادِھِمْ حَتّٰی اِذَا انْقَضَی الْعَھْدُ اَغَارَ عَلَیْھِمْ فَجَآءَ رَجُلٌ عَلٰی فَرَسٍ اَوْ بِرْذَوْنٍ وَھُوَ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَفَآءٌ لَّا غَدْرٌ فَنَظَرُوْا فَاِذَا ھُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَۃَ فَسَاَلَہٗ مُعٰوِیَۃُ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ کَانَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ قَوْمٍ عَھْدٌ فَلَا یَحُلَّنَّ عَھْدًا وَّلَا یَشُدَّنَّہٗ حَتّٰی یَمْضِیَ اَمَدُہٗ اَوْ یُنْبِذَ اِلَیْھِمْ عَلٰی سَوَآءٍ قَالَ فَرَجَعَ مُعٰوِیَۃُ بِالنَّاسِ[1]

ترجمہ: حضرت سلیم بن عامر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان (یہ) معاہدہ ہوا تھا کہ اتنے دنوں تک ایک دوسرے سے جنگ نہیں

---

[1] مشکوٰۃ، ص: ۳۴۷

کریں گے ، اور) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس معاہدہ کے زمانہ میں رومیوں کے شہروں میں گشت کر کے حالات کا اندازہ لگایا کرتے تھے (تاکہ جب معاہدہ کی مدت گزر جائے تو وہ ان رومیوں پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں) ایک شخص عربی یا ترکی گھوڑے پر سوار یہ کہتے ہوئے آئے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر وفاء کو ملحوظ رکھو نہ کہ بدعہدی کو ۔ (یعنی تم پر معاہدہ کو پورا کرنا لازم ہے نہ کہ تم معاہدے کی خلاف ورزی کرو) لوگوں نے ان صاحب کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت عمرو بن عَبَسَہ رضی اللہ عنہ ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے اس بات کو پوچھا کہ رومیوں کے شہروں میں ہمارا پھرنا عہد شکنی کے مترادف کیسے ہے ؟ تو ، اُنھوں نے کہا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جس شخص کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو وہ اپنے عہد کو نہ توڑے اور نہ باندھے تاآنکہ اس معاہدہ کی مدت گزر جائے یا وہ اُن کو مطلع کر کے برابری کی بُنیاد پر اپنا عہد توڑ دے حضرت سلیم بن عامر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (حضرت عمرو بن عَبَسَہ رضؓ کی یہ بات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سُن کر) اپنے لوگوں کے ساتھ رومیوں کے شہر سے اپنے کیمپ میں واپس چلے آئے۔

حضرت معاویہؓ کے ایفاء عہد کا ایک واقعہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رومیوں سے (عیسائیوں سے) ایک معاہدہ طے پایا۔ وہ مثلاً سال بھر کا تھا یا چھ مہینے کا تھا یا دو سال کا تھا ، جب وہ معاہدہ پورا ہوا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اب معاہدہ پورا ہونے میں مثلاً بیس۲۰ دن باقی ہیں تو روانہ ہو گئے اُن پر حملہ کرنے کے لیے کہ ہم حملہ کرتے ہیں ، معاہدہ اُن کا دو سال کا ہے اِس تاریخ کو وہ پورا ہو جائے گا اُس کے بعد ہم حملہ کریں گے تو معاہدے کی مدّت سے آگے بڑھ کر حملہ کریں گے۔ جب وہ گزر جائے گی تب حملہ کریں گے تو اس میں کوئی اعتراض کی بات ہے ہی نہیں ، دُنیا بھر میں کسی بھی جگہ اسے عہد شکنی نہیں کہا جا سکتا ، تو جب وہ روانہ ہوئے ایک

شخص پیچھے سے پہنچے، یا خچر پر سوار تھے یا گھوڑے پر سوار تھے، آواز دے رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر وَفَاءٌ لَّا غَدْرٌ یعنی عہد شکنی نہ کرو غداری نہ کرو۔ عہد پورا کرو، تو لوگ رُک گئے، دیکھا کون صاحب ہیں؟ دیکھا تو ایک صحابی تھے ان کا اسم گرامی ہے عمرو بن عَبَسَہ رضؓ اُن کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ پُوچھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا بات ہے؟ اور اس کا کیا مطلب ہے جو آپ فرمارہے ہیں تو اُنھوں نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ سُنا ہے کہ اگر کسی قوم سے تمہارا معاہدہ ہو تو اس کو بالکل اسی طرح رہنے دو اس میں توڑ جوڑ کچھ نہ کرو فَلَا یَحُلَّنَّ عَهْدًا وَّلَا یَشُدَّنَّهٗ اس میں جوڑ توڑ بالکل نہ کرو، اس معاہدے کو اسی طرح پُورا کرو جیسے کیا گیا، حتّٰی کہ جس دن تک کا جس تاریخ تک کا معاہدہ کیا گیا ہے وہ پُوری گزر جائے وہ (پوری) ہو جائے، اس کے بعد جو تیاری کرو گے تو اچانک نہیں ہو گی اُن کے لیے، اَوْ یَنْبِذَ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ اگر پہلے کرنا ہے اس سے (کچھ، اور پہلے) کوئی کاروائی کرنی ہے تو اُن کو اس کا بتانا ضروری ہوگا اور اگر اُنہیں بتائے بغیر حملہ کیا گیا تو یہ عہد شکنی ہوگی اور اگر اُن کو اطمینان کی حالت میں جاکے دبوچ لیا تو یہ بھی اُسی قسم کی چیز ہے کہ وہ تو اس اطمینان سے بیٹھے ہُوئے ہیں کہ ہمارا اُن سے معاہدہ تھا اب ختم ہو رہا ہے اور تجدید کرلیں گے، دو سال کے لیے اور کرلیں گے یا پانچ سال کے لیے اور کرلیں گے۔ اور آپ نے اچانک غفلت میں اُن پر حملہ کر دیا، یہ تو اسلام کے طریقے سے ہٹ کر ہے۔ اُن کی طرف سے عہد شکنی پائی گئی ہو، کوئی بات ایسی پائی گئی ہو تو پھر اعلان آپ کریں گے باقاعدہ بتلائیں گے اُنہیں کہ تم نے عہد شکنی کی ہے۔ لہٰذا ہمارا تمہارا کوئی معاہدہ نہیں رہا۔ اور پہلے سے بتانا پڑے گا اُنہیں کہ ہم یہ معاہدہ اب توڑنا چاہتے ہیں تاکہ وہ بھی غفلت میں نہ رہیں۔

اسلامی قانُون میں عہد شکنی کی کوئی شکل نہیں چل سکتی اس کا مطلب یہ ہُوا کہ یہ جو ہمارا اسلامی مارشل قانُون ہے اس میں یہ شکلیں نہیں چل سکتیں، اُن کی طرف سے تو چلتی آئی ہے وہ نئی نہیں وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں بھی تھی۔ اُس وقت سے آج تک اسی طرح آئی، اور صحابۂ کرام نے بار بار بہت جگہ ایسے آتا ہے حدیثوں میں کہ اُنھوں نے نہ اُن کی قسموں کا اعتبار

کیا ہے نہ کسی اور چیز کا اعتبار کیا ہے، یعنی دھوکے سے بچے اُنھوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ قسمیں بھی جھوٹی کھا سکتے ہیں یہ معاہدے بھی توڑ سکتے ہیں لہٰذا ہوشیار رہو۔ پتہ نہیں کس وقت یہ معاہدہ توڑ دیں اور پتہ نہیں کس وقت یہ خلاف ورزی کریں اور اپنی قسمیں توڑ دیں تو یہ تو ضروری ہے کہ تم ہوشیار رہو، لیکن تم اُس طرح کی کارروائی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اخلاق سے گری ہوئی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا یہ ارشاد ہے عظیم ارشاد ہے بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ جو بہت اعلیٰ اخلاق ہیں وہ میں مکمل کر کے دکھلاؤں میری بعثت اس لیے ہوئی ہے اور قرآنِ پاک میں ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ آپ بہت بڑے اخلاق پر پیدا کیے گئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اخلاق سے گری ہوئی تمام چیزوں سے منع فرمایا ہے

تو اس طرح کی چیزیں جن میں ذرا بھی گراوٹ ہو اخلاقی، عہد شکنی ہو، کوئی بد معاملگی ہو۔ تمام چیزوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تو ان صحابی نے جو کہا کہ اگر ایسے کریں گے آپ تو یہ تو بد عہدی ہے۔ گو بدعہدی لفظوں میں نہیں ہوگی کیونکہ وہ پانچ تاریخ تک تھا چھٹی تاریخ کو حملہ ہوگیا۔ پانچ تک تو گزر گئی تاریخ، تو لفظوں میں تو نہیں ہوئی لیکن اُن کے ذہنوں کے اعتبار سے بدعہدی ہو گی کہ ہمارے ساتھ انھوں نے دھوکہ کیا۔ ان چیزوں سے حکومت تو مل جاتی ہے مگر اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹ پڑتی ہے آپ ایسے غفلت میں جیسے حضرت معاویہؓ جا رہے تھے (حملہ کرتے تو) یہ ہو سکتا تھا کہ وہ حملہ کامیاب ہوتا اور ضرور کامیاب ہوتا وہ تو غفلت میں تھے، لیکن نتیجہ یہ نکلتا کہ وہ لوگ سوچتے کہ یہ تو اچھے آدمی نہیں ہیں ہم تو ان پر اطمینان کرتے تھے، تو اسلام یا مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی نہ آنے پائے غیر مسلموں کے ذہن میں اس کا لحاظ رکھنا مسلمان کو بتلایا گیا۔ اور ضروری قرار دیا گیا تو اُن صحابی نے تو یہ آواز دی تھی کہ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ وفا کرو غداری نہ کرو۔ وفا کرو غداری نہ کرو۔ غداری تو عہد شکنی اور بدعہدی کو کہتے ہیں وہ یہ آواز دیتے آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس گفتگو کے بعد یہ کیا کہ واپس لے آئے لشکروں کو، فَرَجَعَ مُعَاوِیَۃُ رضی اللہ عنہ بِالنَّاسِ اُن کی سمجھ آگئی یہ بات

اور واپس تشریف لے آئے۔

> اسلام میں باقاعدہ طور پر جنگی قوانین وضع کیے گئے ہیں اور اس پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

اسلام نے جو جنگی قوانین ہیں وہ بھی رکھے ہیں اور ہمارے پاس بہت بڑی بڑی کتابیں ہیں مستقل اسی موضوع پر کہ جہاد کس طرح کیا جائے اور فوج کے قانون کیا ہوں گے جسے آپ مارشل لا کہتے ہیں وہ اسلام نے رکھا ہے۔ اُس میں خود اُصول کی تقویت کے لیے کوئی قانون عارضی طور پر نکالا جا سکتا ہے، لیکن اُن اُصول سے ہٹتا ہُوا کوئی قانون نہیں نکالا جا سکتا اس کا نام ہے "سِیَر" یہ سِیَر کہلاتی ہے اور خارجہ پالیسی، دوسروں کے ساتھ کیا ہوگا ہمارے معاملات کیسے ہوں گے اس پر مستقل تصانیف موجود ہیں بڑے بڑے حضرات کی بڑی بڑی کتابیں کئی کئی جلدوں میں، ہمارے پاس جو اب تک پہنچی ہے وہ کتاب السِّیَر ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی سیر کبیر وہ پانچ جلدوں میں ہے اس میں تمام یہی چیزیں ہیں۔ خارجہ پالیسی اور جنگ کے جو قواعد و ضوابط ہیں اُصول اور حالات ہیں کہ نا ان نے اس چیز کو پسند کیا اور فلاں نے اس چیز کو ناپسند، دُشمن کا سَر کاٹ کر سردار کے پاس پہنچانا۔ یہ جاہلوں کا طریقہ چلا آ رہا تھا اور زمانۂ جاہلیت میں تھا۔

> حضرت ابوبکرؓ نے دُشمن کا سَر کاٹ کر خلیفہ کے پاس بھیجنے کو ناپسند کرتے ہُوئے منع کر دیا۔

حضرت ابوبکرؓ جب خلیفہ ہُوئے ہیں تو جو مقابل تھے لوگ کہیں اُن میں سے ایک کا سَر کاٹ کر مدینہ منوّرہ لایا گیا۔ ابوبکرؓ نے اس کو پسند نہیں کیا۔ اُنھوں نے فرمایا اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ جہاں بھی مارا جائے آدمی وہاں (رہنے دو) بہت نازک نازک مسائل پر اُنھوں نے جہاں تک نظر بھی نہیں پہنچتی۔ جنہیں انسان خیال بھی نہیں کرتا ہے۔ ان چیزوں کو بھی وہ ضوابط میں لائے ہیں اور وہ اسلام میں موجود ہیں۔ وہ الگ بات ہے کہ ہم اتنے محروم القسمت ہیں کہ اسلام کی چیزوں کا ہمیں پتا ہی نہیں کہ کیا ہے تو یہ الگ بات ہے کہ ہمیں پتا نہ ہو۔ باقی اسلام میں وہ زیادہ مکمل شکل میں موجود ہیں اور خاص بات یہ ملحوظ رکھی گئی ہے کہ اخلاقی اعتبار سے بھی وہ بلند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے اور اپنی رضا سے نوازے۔

پروفیسر محمد اسلم صاحب

استدراک

محترم ڈاکٹر صاحب نے جن تاریخی اغلاط کی نشاندہی فرمائی ہے ادارہ اُن کی اس راہنمائی پر شکر گزار ہے اور آئندہ بھی اُن کی جانب سے نقد و استدراک کا متمنی ہے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے دروسِ حدیث چونکہ آڈیو کیسٹ سے نقل کیے جاتے ہیں اور حتی المقدور نقل میں احتیاط برتی جاتی ہے، لیکن متعلقہ کیسٹ میں آواز انتہائی غیر واضح تھی، اس لیے جوبات سُنائی دی نقل کر دی گئی۔ انشاء اللہ آئندہ مزید احتیاط سے کام لیا جائیگا
(ادارہ)

حضرت مولانا سید حامد میاں نور اللہ مرقدہٗ ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں حلقۂ ذکر کے بعد درسِ حدیث دیا کرتے تھے۔ ان کے خلیفۂ ارشد مکرمی محمود احمد عارف رحمہ اللہ کی فرمائش پر عزیزم شاہد سلمہٗ نے اُن کے بہت سے دروسِ حدیث ریکارڈ کر لیے۔ اب اسی ریکارڈ شدہ دروس میں سے کچھ حصّہ ہر ماہ "انوارِ مدینہ" میں شائع ہونے لگا ہے۔ حضرت والا قدر کے یہ افادات ہمارے لیے کبریتِ احمر کا حکم رکھتے ہیں۔

ماہنامہ انوارِ مدینہ بابت ماہ محرم ۱۴۱۵ء میں حضرت میاں صاحب قدس سرّہٗ کا جو دُرسِ حدیث شائع ہوا ہے اس میں چند اغلاط بُری طرح کھٹکیں۔ واللہ اعلم یہ سہو حضرت مرحوم و مغفور سے ہوا یا ناقل سے، بہر اس کی تصیح ضروری ہے۔

اس درس میں آنجناب نے شیخ علی متقیؒ صاحب کنز العمال اور شیخ محمد بن طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "یہ اُستاد اور شاگرد، ایک جونپور کے رہنے والے تھے اور ایک پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ جون پور تو یوپی کا آخری ضلع ہے اُس کے آگے آسام آجاتا ہے اور پٹنہ، یہ دار الخلافہ ہے بہار کا"۔ (ص ۲۰)

ان اڑھائی سطروں میں کئی غلطیاں راہ پا گئی ہیں۔ اوّلاً: شیخ محمد بن طاہر پٹنی کا بہار کے دار الحکومت پٹنہ سے دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں بلکہ اُن کا اپنی حیات میں پٹنہ جانا بھی ثابت نہیں۔ پٹنہ کے اہالیان اپنے نام کے بعد پٹنی یا پٹنوی نہیں لکھتے، وہ عظیم آبادی کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ شیخ موصوف کا تعلق گجرات کے تاریخی مقام پٹن سے تھا جس کی وجہ سے وہ

پٹنی مشہور ہوئے۔ عربی کتابوں میں "الفتنی" لکھتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی مشہور تصنیف اخبار الاخیار میں اُن کے سوانح حیات قلم بند فرماتے ہوئے لکھتے ہیں "در پٹن گجرات بود"

پٹن راجستھان اور گجرات کی سرحد پر گجرات کی عمل داری میں ایک مشہور شہر ہے۔ ہندوؤں کے دورِ حکومت میں یہ شہر انہلواڑہ کہلاتا تھا۔ سلطان محمود نے جب سومنات پر حملہ کیا تو وہ انہلواڑہ ہوتے ہوئے سومنات پہنچا تھا۔ اسلامی عہد میں انہلواڑہ کو نہروالہ کہنے لگے اور پھر یہ پٹن کے نام سے مشہور ہوگیا۔

شیخ محمد بن طاہر نسبًا بوہرہ تھے۔ اس قوم کے افراد پاکستان اور بھارت کے ساحلی شہروں میں آباد ہیں۔ پٹنہ ساحلِ سمندر سے بہت دُور ہے۔ بوہروں کا مرکز گجرات کے ساحلی شہر سورت میں ہے وہیں ان کے موجودہ داعی برہان الدین کی رہائش ہے راقم آثم نے سورت میں بوہرہ داعیوں کے مقبرے اور ان کی مرکزی دینی درسگاہ جامعہ سیفیہ دیکھی ہے، جو برہان الدین کے والد طاہر سیف الدین سے منسوب ہے۔ بوہرے اصلاً اسمٰعیلی ہیں۔ اسمٰعیلیوں اور بوہروں میں چھبیسویں امام طیّب کی وفات پر اختلاف پیدا ہوگیا تھا اس وقت ایک گروہ نے یہ کہا کہ طیّب آخری امام تھے اس لیے آئندہ کوئی امام نہیں آئے گا، لیکن لوگوں کی رہنمائی کے لیے داعی آیا کریں گے۔ دوسرے گروہ کا یہ کہنا تھا کہ امام کے بغیر دُنیا کا نظم و نسق اور تکوینی اُمور نہیں چل سکتے اس لیے امامت کا سلسلہ تاقیام قیامت جاری رہے گا ان میں سے جو گروہ امامت کا قائل تھا وہ اسمٰعیلی کہلایا۔ ان کے حاضر امام پرنس کریم آغاخان ہیں اور جو گروہ داعیوں کی آمد کا قائل تھا، وہ بوہروں کے نام سے موسوم ہوا۔

شیخ محمد بن طاہر کے آباؤ اجداد کا تعلق بوہروں کے دُعاۃ سے تھا، انہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور یہ اپنے آبائی عقائد سے تائب ہوکر اہلِ سُنت والجماعت میں شامل ہوگئے۔ انہوں نے حجاز مقدس جاکر محدث کبیر شیخ علی متقیؒ (م ۱۵۶۷ء) کے حضور زانوئے تلمذ طے کیا اور محدث بن کر اپنے وطن لوٹے۔ اُنھوں نے اپنی قوم کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا۔ بدقسمتی سے اسی زمانے میں گجرات میں مہدی جونپوری کے پیروؤں نے اپنے عقائد کی نشر و اشاعت شروع

کر دی اور اُنہوں نے بہت سے بوہروں کو اپنے دامِ تزویر میں پھانس لیا۔ یک نہ شُد دو شُد۔
شیخ محمد بن طاہر نے رفع بدعت اور ترویج سُنّت کے لیے بڑی کوشش کی لیکن بوہرے اپنے داعی کے زیرِ اثر اور مہدوی اپنے مبلغین کی سعی و کاوش سے اپنی ضد پر اڑے رہے۔ ان حالات میں شیخ موصوف نے یہ عہد کیا کہ جب تک وہ ان کو راہ راست پر نہیں لے آتے اُس وقت تک وہ اپنے سَر پر دستار نہیں باندھیں گے۔ جب مغل حکمران اکبر نے گجرات فتح کیا تو وہ شیخ محمد بن طاہر کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اس نے یہ کہتے ہُوئے کہ وہ فکر مند نہ ہوں دین کی نصرت اور حفاظت بادشاہ کی ذمہ داری ہے، اپنے ہاتھوں سے اُن کے سَر پر دستار باندھی۔ (یہ اکبر کے ارتداد سے پہلے کا واقعہ ہے) یہ واقعہ نوّاب صدیق حسن خان نے اپنی تصنیف ابجد العلوم میں ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

"وعزم علی کسر البواهیر المهدویة الذین کانوا قومہ" وعهد ان لایر تبط العمامة علیٰ راسه حتی یزیل تلك البدعة فلمّا استولی السلطان اکبر والی دهلی فی سنة ۹۸۰ھ علیٰ گجرات واجتمع بالشیخ ربط العمامة بیدهٖ علیٰ رأس الشیخ وقال علیّ ذمة معدلتی نصرة الدین وکسر الفرقة المبتدعین۔" (ابجد العلوم ج ۳ ص ۲۲۳)

اکبر نے گجرات کی فتح کے کچھ عرصہ بعد عبدالرحیم خانخاناں کو گجرات کا گورنر مقرر کیا۔ وہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ سے تعلّق پیدا ہونے سے قبل مائل بہ تشیع تھا۔ اس کے دَورِ گورنری میں بوہروں اور مہدیوں نے اپنی سَرگرمیاں تیز کر دیں شیخ موصوف نے اپنے سر سے عمامہ اُتار پھینکا اور شکایت لے کر دارالحکومت آگرہ روانہ ہُوئے۔ ان بدعتیوں نے اُن کا تعاقب کیا اور اثنائے سفر موقع پاکر اُنہیں شہید کر دیا۔ یہ ۱۵۷۸ء کا واقعہ ہے۔

ثانیاً۔ جونپور کو یوپی کا آخری ضلع بتایا ہے۔ یہ بھی خلافِ واقعہ ہے۔ جونپور یوپی کے ان مشرقی اضلاع میں شامل ہے جو "پورب" کے نام سے مشہور ہیں۔ جونپور کے شمال مشرق میں ضلع اعظم گڑھ ہے اور جنوب مشرق میں ضلع بنارس اس کے مشرق میں ضلع غازی پور ہے جو یوپی کا آخری ضلع ہے۔ غازی پور کی حد صوبہ بہار کے ضلع آرہ سے ملتی ہے۔ سَر سیّد احمد خان کا تبادلہ

۱۸۶۲ء میں غازی پور ہوا تھا۔ یہیں اُنھوں نے سائنٹیفک سوسائٹی کی بُنیاد رکھی تھی اور ایک مدرسہ بھی کھولا تھا۔ تحریکِ آزادی کے عظیم مجاہد ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور ان کے بھائی حکیم عبدالوہاب نابینا غازی پور ہی کے رہنے والے تھے۔ غازی پور اور غازی آباد میں امتیاز کرنا بھی ضروری ہے۔ غازی آباد دہلی سے چند میل کے فاصلے پر مشہور ریلوے جنکشن ہے جہاں سے میرٹھ اور علی گڑھ کی لائنیں الگ ہوتی ہیں اور غازی پور بنارس سے آگے دریائے گنگا کے پار ہے۔

ثالثاً۔ حضرت والا قدر فرماتے ہیں کہ (جونپور) کے آگے آسام آجاتا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ یوپی اور آسام کے درمیان صوبہ بہار حائل ہے اور یہ کئی صد میل لمبا اور چوڑا صوبہ ہے۔ اس طرح جونپور کی حد آسام کے ساتھ نہیں ملتی۔ البتّہ جونپور سے نیپال زیادہ قریب ہے اور درمیان میں صرف دو ضلعے اعظم گڑھ اور گورکھ پور آتے ہیں۔

رابعاً۔ حضرت والا قدر نے پٹنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، "یہ دارالخلافہ ہے بہار کا۔" یہاں ذرا سی بے احتیاطی ہوگئی ہے دارالخلافہ ہوتا ہے جہاں خلیفہ رہتا ہو۔ جیسے عہدِ خلافتِ راشدہ میں مدینہ منوّرہ دارالخلافہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے کوفہ منتقل کر دیا۔ اُموی عہد میں دمشق اور عباسی عہد میں بغداد دارالخلافہ تھا۔ فاطمیوں نے قاہرہ کو دارالخلافہ قرار دیا۔ ترکانِ عثمانی نے استانبول کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا۔ ۱۹۲۴ء میں خلافت کا خاتمہ ہُوا تو دارالخلافہ بھی ختم ہوگیا۔ لوگ یُونہی کہہ دیتے ہیں کہ پاکستان کا دارالخلافہ اسلام آباد ہے اور جاپان کا دارالخلافہ ٹوکیو ہے۔ جاپان تو کافروں کا ملک ہے۔ وہاں دارالخلافہ ہونے کے کیا معنی؟ یہاں دارالحکومت لکھنا صحیح ہوگا اسے بسا اوقات صدر مقام بھی لکھ دیتے ہیں۔ جہاں بادشاہ ہوگا وہاں اس کا صدر مقام، پایۂ تخت کہلائے گا۔ اسی طرح راجے کی راجدھانی ہوتی ہے۔ لغت میں دارالخلافہ، دارالحکومت، پایۂ تخت اور راجدھانی کے الگ الگ معنی دیئے ہُوئے ہیں۔

اس استدراک میں زورِ قلم دکھانا مقصود نہیں، صرف اغلاط کی دُرستی مقصود ہے ورنہ میں تو خود حضرت مولانا سیّد حامد میاں نوّر اللہ مرقدہٗ کے خوانِ علم کا خوشہ چیں اور ان کا دیرینہ نیاز مند ہوں۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کثیرۃً۔

شاعرِ اسلام سیّد امینؔ گیلانی

وہ مسجد کیا، کہ جس میں ہو اذاں بند

○

تُو کر لے گوش و چشمان و دَہاں بند
نہ گرد آئے گی، جَب ہوں کھڑکیاں بند

جو مَیں کرتا نہ اپنی داستاں بند
تو محفل کی نہ ہوتیں سِسکیاں بند

کھُلا جَب مجھ پہ بہرے ہیں یہ سب لوگ
تو پھر کرتا مَیں کیا، کر لی زباں بند

وطن میں کیوں نہیں سچ کی اجازت
وہ مسجد کیا، کہ جس میں ہو اذاں بند

یہ حالت باغ کی دیکھی نہ جائے
کہ زاغ آزاد ہیں اور قمریاں بند

جنھوں نے خُون سے سینچا گُلستاں
اُنھی پر کیوں ہے بابِ گلستاں بند

یہ باہم میکشوں کی چھینا جھپٹی
تُو کیوں کرتا نہیں پیرِ مغاں بند

ترے بندے کدھر جائیں خُدایا
زمیں ہے تنگ اُن پر، آسماں بند

اندھیروں میں بھٹکتی ہیں اُمیّدیں
ہُوئیں غاروں میں یہ شہزادیاں بند

بُجھاؤ پیاس پی کر اپنے آنسو
یہاں پانی ہے، اے لب تشنگاں بند

کرے گی آنکھ دل کی ترجمانی
اگر ظالم نے کی میری زباں بند

مری آنکھیں کرے گی بند جب موت
تو کر لینا تم آنکھیں میری جاں بند

امیںؔ جب تک نہ رہبر رہ پہ آئے
کبھی ہو گا نہ کارِ رہزناں بند

○

(قسط: ۲۳)

یثرب میں وُرُودِ مسعُود

حضرۃ شیخ الحدیث مولانا سید محمدؒ میاں رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف
سیرۃ مبارکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے چند اوراق

وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَارَکًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ　　(سورہ مومنون)

کہو۔ اے پروردگار مجھے برکت کے ساتھ اُتار اور تو بہتر اُتارنے والا ہے۔

یَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ ھٰذَا جَدُّ کُمُ الَّذِیْ تَنْتَظِرُوْنَ

اَللّٰہُ اَکْبَرْ جَاءَ مُحَمَّد　　اَللّٰہُ اَکْبَرْ جَاءَ مُحَمَّد

صلی اللہ علیہ وسلم

تذکرہ سیدنا نوح علیہ السلام کے ضمن میں اس دعا کی تلقین مکہ معظمہ میں ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ آج آپ کے حق میں اس کی مقبولیت ظاہر ہو رہی ہے جبکہ معصوم بچیوں کے معصوم جذبات اس ترانہ سے آپ کا استقبال کر رہے ہیں

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا　　مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا　　مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ

ثَنِیَّاتُ[1] الْوَدَاعْ سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا ہم پر اللہ کا شکر واجب ہو گیا۔ جب تک کوئی دعا کرنے والا دعا کرے (ہمیشہ ہمیشہ کے لیے)

مدینہ میں روانگی کی خبر ڈاک کا سلسلہ اس وقت نہیں تھا مگر آنے جانے والوں کے منہ زبانی خبریں پہنچ جاتی تھیں۔ مشتاقانِ دیدار کو یہ معلوم

[1] ثنیہ۔ گھاٹی اور وداع کے معنے ہیں رخصت کرنا چونکہ لمبا سفر کرنے والوں کو رخصت کرنے کے لیے اہلِ یثرب یہاں تک آیا کرتے تھے۔ اس لیے یہ نام پڑ گیا۔ (معجم البلدان)

ہو چکا تھا کہ اُن کا محبوب آقا مکّہ معظّمہ سے نکل چکا ہے۔ اَب انتظار کے دن اور گھڑیاں گنی جا رہی تھیں۔ طلوعِ آفتاب سے بہت پہلے۔ پَو پھٹنے کے وقت لوگ اُٹھتے اور مدینہ سے باہر "حرّہ"[1] پہنچ کر آفتابِ رسالت کے طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگتے۔ اسی انتظار میں دوپہر ہو جاتی۔ مسافروں کی آمد کا وقت ختم ہو جاتا تو مرجھائے دلوں کو بیتاب سینوں میں دبائے ہُوئے واپس ہو جاتے ایک روز اسی پژمردگی اور افسردگی کے ساتھ واپس ہوئے تھے کہ ایک آواز نے عورتوں اور بچّوں تک کو وارفتۂ مسرّت بنا دیا۔

یَا مَعَاشِرَ[2] الْعَرَبِ هٰذَا جَدُّكُمُ الَّذِيْ تَنْتَظِرُوْنَ۔

ایک یہودی اپنی کسی ضرورت سے ایک پُرانے قلعہ کی اُونچی اٹاری پر چڑھا تھا اس کی نظر چند سفید پوش سواروں پر پڑی جو اس طرف چلے آ رہے تھے اس کے دل نے گواہی دی کہ انتظار کرنے والوں کی مراد پُوری ہوگئی یہ خود بے تاب نہیں تھا، مگر انتظار کرنے والوں کی بے تابی کا اس پر یہ اثر تھا کہ خود قابُو میں نہ رہا اور زور سے چیخ اٹھا۔

اہلِ عرب۔ یہ ٹھیک تمہارے وہی مہمان آگئے جن کا تمہیں انتظار ہے۔

اہلِ قبا کی خوش نصیبی تھی کہ یہ آواز اُن کے کانوں میں پڑی اَب کوئی کیا بتائے جاں بازوں جاں نثاروں اور فدا کاروں کا کیا حال تھا۔ وہ کس بے تابی سے دوڑے اور حرّہ پہنچ کر کس طرح رحمۃ للعالمین (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے زیرِ پا اپنی آنکھیں بچھائیں، نظرِ اشتیاق کو فرشِ راہ بنایا۔

قبیلہ[4] بنی عمرو بن عوف (جو اوسؓ[3] کا بطن تھا) یہاں آباد تھا۔ یہ خوش نصیب اسی قبیلہ کے لوگ تھے۔ جنہوں نے یہودی کی آواز سُنی اور دوڑے۔

عرب کا دستور تھا کہ معزز مہمانوں کا استقبال ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر کیا کرتے تھے۔ اس بے تابی میں اُنھوں نے اپنی اُس آن کو نہیں چھوڑا۔ پہلے ہتھیاروں کی طرف لپکے، پھر استقبال کو دوڑے[5]۔

---

[1] بخاری شریف ص ۵۵۵ [2] اے اہلِ عرب یہ آگئے تمھارے آقا جن کا تم انتظار کر رہے تھے [3] فتح الباری ص ۱۹۴ ج ۷

[4] طبقات ابن سعد ص ۱۵۸ ج ۱ [5] فثار المسلمون الی السلاح۔ بخاری شریف ص ۵۵۲۔

حرّہ سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دہنی طرف[1] رُخ کیا اور پھر پُورے مجمع کے ساتھ قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں رونق افروز ہو گئے، لوگ آنے شروع ہوئے وہ اپنے قاعدہ سے سلام کرتے تھے اور بیٹھ جاتے تھے۔ سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم خاموش تشریف فرما تھے۔ رفیقِ سفر (حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ) کھڑے تھے اور آنے والوں کا استقبال کر رہے تھے جنھوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پہلے نہیں دیکھا تھا وہ صدّیق اکبرؓ ہی کو سلام کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آ گئی تو صدّیق اکبرؓ نے سرِ مُبارک پر اپنی چادر سے سایہ کر لیا۔ تب لوگ پہچان سکے کہ خادم کون ہے اور مخدوم کون[2]؟

آرام گاہ اور نشست گاہ

کلثوم بن ھدم قبیلہ کے بڑے آدمی تھے۔ یہ شرف ان کو حاصل ہُوا کہ آپ نے قیام[3] اُن کے یہاں فرمایا۔

دوسرے صاحب سعد بن خثیمہ تھے ان کا مکان خالی تھا ان کے متعلقین نہیں تھے۔ مکّہ سے جو صحابہ اس طرح کے آتے تھے وہ بھی انہیں کے یہاں ٹھہرتے تھے۔ اس لیے اس مکان کو بیت العزاب[4] کہا جانے لگا۔ یہ مکان آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نشست کے لیے طے کیا گیا[5]۔ تلقین و تذکیر بھی یہیں فرمایا کرتے تھے۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنخ

---

[1] بخاری شریف ص: ۵۵۵ [2] ایضاً ص: ۵۵۵ [3] اکثر صحابہ جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ آ چکے وہ بھی اُنہی کے یہاں اُترے تھے چنانچہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح۔ حضرت مقداد بن اسود، حضرت خباب حضرت سہیل، حضرت صفوان، حضرت عیاض، حضرت عبداللہ بن مخرمہ، حضرت وہب بن سعد حضرت معمر بن ابی سرح حضرت عمیر بن عوف اب تک اِنہی کے مہمان تھے (ابنِ سعد تذکرہ کلثوم بن ھدم) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تشریف آوری سے چند ماہ بعد ان کی وفات ہو گئی (رضی اللہ عنہ) محمد بن الحسن بن زبالہ نے اخبار المدینہ میں وثوق سے بیان کیا ہے کہ کلثوم بن ھدم اس وقت تک مُشرک ہی تھے مسلمان نہیں ہُوئے تھے۔ فتح الباری ص: ۱۹۴، ج: ۷ وفاء الوفا ص: ۱۷۴، ج: ۱ اگر یہ صحیح ہے تو اس سے اہلِ مدینہ کی معاشرت ہے کہ مذہبوں کے فرق کے باوجود آپس میں تعاون مکمّل تھا۔

[4] عزاب۔ عازب کی جمع ہے۔ اُس شخص کو کہتے ہیں جس کے بیوی نہ ہو۔

[5] ابن سعد ص: ۱۵۸، ج: ۱، وابنِ ہشام ص: ۲۹۶، ج: ۱۔

میں قیام فرمایا۔[۱] یہ پیر کا دن تھا جس روز آفتاب رسالت مدینہ کے خطِ استواء پر پہنچا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امانتیں پہنچانے کے لیے مکہ معظمہ چھوڑا تھا تین دن بعد وہ بھی تشریف لے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کیا۔[۳]

حق پرستوں کا اعترافِ حق

سرزمینِ یثرب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا خطاب

حصین بن سلام ایک یہودی عالم تھے۔ مطالعہ نہایت وسیع۔ طبیعت انصاف پسند اور اپنی قوم کے معزز سردار تھے جو بشارتیں یہود کی کتابوں میں پڑھی تھیں ان کی بناء پر آنے والے نبی کے منتظر تھے۔ یہ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے کہ خبر سنی[۴]۔ "اللہ کے نبی تشریف لے آئے"۔

---

۱ خبیب بن یساف خزرجی یا خارجہ بن زید خزرجی کے یہاں (ابن ہشام ص ۲۹۶، ج ۱، ۲ تاریخوں میں بہت اختلاف ہے۔ اگر مکہ معظمہ سے روانگی یکم ربیع الاول کو پیر کے دن ہوئی تھی جیسا کہ راقم الحروف نے لکھا ہے تو اس پیر کو ربیع الاول کی پندرہ ہوگی۔ خیر المدینہ ابن زبیر نے ابن شہاب (زہری) سے یہی روایت نقل کی ہے کہ نصف ربیع الاول (۱۵ ربیع الاول) کو تشریف آوری ہوئی (فتح الباری ص: ۱۹۴، ج: ۷، ۳ ابنِ ہشام ص: ۲۹۶، ج ۱:

۴ بخاری شریف کی روایت ص ۵۵۶ کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ قبا میں نہیں بلکہ مدینہ میں حاضر خدمت ہوئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یہاں قیام فرما لیا مگر بخاری رحمہ اللہ کے استاد ابن اسحاق رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ آپ قبا میں قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں تھے اس وقت عبداللہ بن سلام حاضر ہوئے۔ سیرۃ ابن ہشام ص ۵۱۶، ج: ۱۔ اس لیے ہم نے اس واقعہ کو اس موقع پر ذکر کر دیا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچنے پر دوسرا واقعہ ہوا۔ بخاری کے راوی صاحبان نے ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا تو اشتباہ ہوگیا کہ یہ واقعہ بھی حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے یہاں قیام کے دوران ہوا، مگر حقیقت یہ نہیں ہے ابن اسحاق کی روایت جو صرف ایک واسطہ سے ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام مسلمان ہوگئے تو انہوں نے چاہا کہ یہود کی افترا پردازی اور غلط بیانی کا تجزیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرا دیں، چنانچہ ابھی عبداللہ بن سلام کے اسلام لانے کی شہرت نہیں ہوئی تھی کہ حضرت عبداللہ بن سلام کے اصرار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے نمائندگان

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فوراً کام چھوڑ کر نبی کی زیارت کے لیے دوڑے۔ جیسے ہی چہرۂ مبارک پر نظر پڑی دل نے شہادت دی۔

انہ لیس بوجہ کذاب جھوٹے آدمی کا چہرہ تو نہیں ہے

آپ فرماتے ہیں۔

كَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهٖ اَنْ قَالَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔

(ترمذی شریف، ص: ۱۷، ج: ۲)

سب سے پہلے جو بات آپ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ اے لوگو سلام کا رواج عام کرو (پھیلاؤ) کھانا کھلاؤ۔ اور اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں، اطمینان سے جنّت میں داخل ہوجاؤ۔

یہی حصین بن سلام ہیں جن کا اسلامی نام عبداللہ بن سلام ہے۔ رضی اللہ عنہ۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت یوسف علیہ السّلام تک پہنچتا ہے[1]

قبا سے مدینہ منوّرہ جمعہ[2] کے روز صبح سویرے۔ مدینہ کے حضرات آراستہ ہوئے تلواریں سجائیں اور آقاء دوجہاں کو اپنے یہاں لانے کے لیے قبا پہنچ گئے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) کو بلاکر دریافت کیا کہ حصین بن سلام کیسے آدمی ہیں انھوں نے بہت تعریف کی اور کہا کہ سید بن سید اعلم بن اعلم اور ہم میں سب سے بہتر ہیں لیکن جیسے ہی ان یہودی علماء کو معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہوچکے تو فوراً پلٹ گئے اور اسی مجلس میں کہہ دیا کہ یہ بھی جھوٹے اُن کے باپ بھی جھوٹے یہ بھی بدترین انسان ہیں اور اُن کے باپ بھی بدترین انسان تھے (ابن ہشام و بخاری شریف وغیرہ)

[1] الاصابہ [2] مدّت قیام میں اختلاف ہے۔ چار روز چودہ روز اٹھارہ روز اور ۲۴ روز تک کی روایتیں ہیں، لیکن اس پر اتفاق ہے کہ قبا سے روانگی جمعہ کے روز ہوئی اور تشریف آوری پیر کے روز ہوئی تھی اور اس پر بھی اتّفاق ہے کہ قبا اور مدینہ دونوں جگہ نزول اجلال ربیع الاوّل کے مہینہ میں ہوا تو بظاہر تاریخوں کا تعین اس طرح ہوتا ہے کہ دولت کدہ سے روانگی یکم ربیع الاوّل دو شنبہ کے روز، غار ثور سے روانگی ۴ ربیع الاوّل پنج شنبہ قبا میں تشریف آوری ۸ ربیع الاوّل پیر کے روز مدینہ منورہ میں تشریف آوری ۲۶ ربیع الاوّل یوم جمعہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کچھ دن چڑھا تو تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ قصواء[1] پر سوار ہوئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ[2] بٹھایا (ردیف بنایا) تقریباً پانچ سو[3] مسلح انصار کی دو صفیں دائیں بائیں ہو گئیں۔ راستہ پر زیارت کرنے والے مردوں اور کوٹھوں اور چھتوں پر خانہ نشین خواتین کا ہجوم تھا۔ جو مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ بھی دیدار کے لیے بیتاب تھے۔ لڑکے اور بچے جوشِ مسرت میں نعرہ لگا رہے تھے

اللہ اکبر۔ جاء محمد اللہ اکبر۔ جاء محمد[4]

یثرب اور اہلِ یثرب کے لیے اس سے زیادہ مسرت کا دن کون سا ہو سکتا تھا؟ آج آسمانِ نبوت کا آفتاب زمینِ یثرب پر اُتر رہا ہے۔ آج وہ نبی رونق افروز ہو رہا ہے جس کی بشارتیں کتبِ سابقہ کے صفحات میں اور اہلِ کتاب کی زبانوں پر عرصہ سے تھیں۔ آج ہر طرف یہی صدا ہے، یہی چرچا ہے۔ جاء نبی اللہ۔ جاء نبی اللہ[5] اللہ کے نبی آگئے۔ اللہ کے نبی آگئے۔

قبیلہ بنی سالم تک پہنچے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ نے جمعہ کی نماز یہیں ادا فرمائی۔[6] نمازِ جمعہ کے بعد آپ سوار ہونے لگے تو قبیلہ والوں نے مہار تھام لی اور اصرار کیا کہ آپ یہیں قیام فرمائیں۔ اس کے بعد حضراتِ انصار (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا جو قبیلہ بھی آتا رہا[7] یہی اصرار کرتا رہا کہ غریب خانہ کو دولت خانہ بنائیے۔ مکان حاضر ہے۔ مال حاضر ہے، جان حاضر لیکن وہ رؤف رحیم جس کا دامنِ شفقت ہر ایک کے لیے پھیلا ہوا تھا، جس کو کسی کی دل شکنی گوارا نہیں تھی۔ جس طرح اس کا پورا سفر[8] غیبی اشاروں پر ہوا تھا اس کے ارحم الراحمین رب

---

[1] یہ وہی ناقہ ہے جس پر آپ نے سفرِ ہجرت طے فرمایا تھا (ابن سعد) [2] بخاری شریف ص: ۵۵۶ و ص: ۵۶۰ [3] فتح الباری ص: ۶۰۱، ج: بحوالہ تاریخ صغیر للبخاری والبدایۃ والنہایہ ص: ۱۹۷، ج ۲ بحوالہ مسند احمد [4] البدایۃ والنہایۃ ص: ۱۹۷، ج ۳، [5] بخاری شریف، ص: ۵۵۶، [6] ابن سعد (ص ۱۶۰ / ج ۱) نے نمازیوں کی تعداد سو لکھی ہے، لیکن تاریخ بخاری اور مسند احمد کی روایتوں کے بموجب اگر استقبال کے لیے جانے والوں کی تعداد پانچ سو تھی تو ظاہر ہے نمازِ جمعہ میں یہ سب ہی شریک ہوئے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب [7] وفاء الوفا میں ان قبائل کی تفصیل ہے اور جو گفتگو ہوتی رہی وہ بھی نقل کی گئی ہے۔ ص: ۱۸۴ و ص: ۱۸۵، ج ۱؛ [8] پہلے گزر چکا ہے کہ صحابہ کرام ہجرت کر رہے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر تھے اور جب من جانب اللہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نے یہاں بھی ایسی صورت کر دی کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی کی دل شکنی نہ ہو آپ نے خود ہی ناقہ کی مہار چھوڑ دی اور اصرار کرنے والوں سے بھی یہی فرمایا کہ وہ مہار چھوڑ دیں یہ ناقہ[۱] مامور ہے جہاں بیٹھ جائے گی وہیں قیام ہوگا۔

ناقہ چلتی رہی، یہاں تک کہ قبیلہ بنی نجار آگیا۔ اس قبیلہ میں جب ناقہ اس جگہ پہنچی جہاں مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے تو ناقہ بیٹھ گئی آپ نے فرمایا ھذا انشاء اللہ منزل[۲] یہیں انشاء اللہ قیام ہوگا۔ (مکان بنے گا)

ابھی آپ اُترے نہیں تھے کہ ناقہ کھڑی ہوگئی۔ کچھ چلی۔ پھر آکر اُسی جگہ بیٹھ گئی اور اپنی گردن زمین پر پھیلا دی۔[۳]

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اجازت ہوگئی تو آپ فوراً دوپہر ہی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچے اور فرمایا کہ مجھے اجازت ہوگئی ہے۔ فوراً ہی روانگی کا پروگرام بنا لیا اور پھر یہ سفر ہی نہیں بلکہ دار ہجرت کا تعین بھی الہامِ ربانی سے ہوا تھا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ [۱] ابن سعد ص: ۱۶۰، ج: ۱ و فتح الباری ص۱۹۶ ج۷ علامہ شبلی کو یہ بات عجیب سی معلوم ہوئی۔ آپ نے یہ واقعہ حذف کر دیا۔ میزبانی کے سلسلہ میں جو بحث ہوئی تھی صرف اس کا ذکر فرمایا کہ قرعہ ڈالا گیا اور آخر یہ دولت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی اور حاشیہ میں ناقہ کے واقعہ کی تردید کرتے ہوئے مسلم شریف کی ایک حدیث سے استدلال کیا جس میں راوی نے بہت اختصار سے کام لیا ہے اور لطف یہ ہے کہ قرعہ اندازی کا تذکرہ اس روایت میں نہیں ہے مزید براں اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو مدینہ پہنچے فقدمنا المدینۃ لیلاً علامہ نے اس کو نظر انداز فرما دیا۔ علامہ نے مسلم شریف کے باب الہجرۃ کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ مسلم شریف میں باب الہجرۃ کوئی نہیں اسکا کا عنوان حدیث الہجرۃ ہے اور علماء محدثین کی اصطلاح میں اسکو حدیث الرحال بھی کہا جاتا ہے امام مسلم رحمہ اللہ نے جلد ثانی کے آخر میں اس کو نقل کیا ہے۔ ص: ۴۱۹ ج ۲ اور واقعہ یہ ہے کہ بسلسلہ قیام چند مرحلے پیش آئے تھے۔ مثلاً سب سے پہلے قبیلہ کا انتخاب پھر قبیلہ میں وہ جگہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مستقل قیام فرمائیں۔ جہاں مکان بنایا جائے یا مسجد بنائی جائے پھر مکان بننے تک عارضی قیام۔ عارضی قیام کے بعد کھانے وغیرہ کا انتظام اصطبل کا انتخاب جہاں سواری رکھی جائے ان تمام مرحلوں پر بحث ہوئی اور ہر ایک جاں نثار نے سعادت حاصل کرنی چاہی بحث کے بعد معاملہ طے ہوا۔ کبھی قرعہ سے کبھی الہام ربانی سے کبھی کسی اور صورت سے۔ آئندہ سطور میں یہ تمام مراحل ترتیب وار بیان کیے گئے ہیں۔ وللہ الحمد۔

[۲] بخاری شریف ص: ۵۵۵ [۳] ابن ہشام ص: ۲۹۰، ج: ۱۔

بنی نجار کو یہ سعادت میسّر آئی تو بچّہ بچّہ کے دل کی کلی کھل گئی لڑکیوں نے فوراً ایک شعر موزوں کر لیا۔

نحن جوارٍ من بنی نجارٍ　　یا حبذا محمّد من جارٍ

(ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں (یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہمارے پڑوسی بنے) محمدؐ کیسے اچھے پڑوسی ہیں۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ محمد ہمارے پڑوسی ہیں۔ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ازراہِ شفقت فرمایا۔ تمہیں مجھ سے محبّت ہے۔
سَب نے یک زبان ہو کر کہا ای واللہ یا رسول اللہ، (ہاں خدا کی قسم یا رسول اللہ) ارشاد ہوا[۱]

انا واللہ احبکم۔ انا واللہ احبکم۔ انا واللہ احبکم

خدا کی قسم مجھے بھی تم سے محبت ہے۔ خدا کی قسم مجھے بھی تم سے محبت ہے۔ خدا کی قسم مجھے بھی تم سے محبت ہے۔

اب قیام کا مسئلہ پیش ہوا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ ہمارے رشتہ داروں[۲] میں کس کا مکان قریب ہے۔ یہ خوش نصیبی حضرت خالد[۳] بن زید ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو میسّر تھی۔ آپ فوراً بول اُٹھے۔ انا یا نبی اللہ ہذہ داری وہذا بابی (میں حاضر ہوں یا رسول اللہ یہ میرا مکان ہے۔ یہ میرا دروازہ ہے۔)
عجیب بات یہ ہے کہ حضرات انصار نے آپس میں قرعہ ڈالا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم

۱۔ البدایہ والنہایہ ص: ۲۰۰، ج ۳ بحوالہ البیہقی ۲۔ بخاری شریف ص: ۵۶ ۵ چونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دادا عبد المطلب کے نانہالی رشتہ دار اسی قبیلہ کے تھے تو آپ نے یہ فرمایا ای بیوت اھلنا اقرب۔ ہمارے رشتہ داروں میں سے کس کا مکان قریب ہے اس وقت آقا، دوجہاں کی زبان مُبارک سے قرابت داری کا اظہار ان رشتہ داروں کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے آپ نے اس کا اظہار بھی فرمایا مگر یہ بھی صحیح نہیں کہ ناقہ کا واقعہ پیش نہیں آیا اور آپ نے رشتہ داری کی بناء پر بنو نجار کو منتخب فرمایا۔ ورنہ پھر قرعہ اندازی کی بھی ضرورت نہیں تھی جس کو علاّمہ شبلی نے بہت اہمیت دی ہے۔

۳۔ اصل نام خالد۔ پسر زید۔ کنیت ابو ایوب۔ یہ اپنی اس کنیت ہی سے مشہور ہیں۔

کا قیام کس کے یہاں ہوگا اس میں بھی حضرت ابو ایّوب ہی کا اسمِ گرامی بر آمد ہوا[1] تھا۔

قیام کا مسئلہ طے ہوگیا تو ارشاد ہوا۔

فانطلق فهيّ لنا مقيلا [2] تشریف لے جائیے ہمارے قیلولہ کا انتظام کر دیجیے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے اندر جاکر آرام فرمانے کا انتظام کیا۔ پھر ان کو لے گئے اور آرام کرایا[3]۔

حضرت زید[4] بن ثابت رضی اللہ عنہ ہمیشہ خوش ہوا کرتے تھے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب رض کے یہاں جیسے ہی تشریف لے گئے سب سے پہلا ہدیہ میری والدہ کا تھا جو آپ نے خود بھی تناول فرمایا اور حاضرین کو بھی اس میں شریک کیا۔ میری والدہ نے روٹیوں پر گھی لگا کر دُودھ میں چُورا اور ایک بڑے بادیہ میں بھر کر میرے ہاتھ بھیجا۔ یہ میری سعادت تھی کہ سب سے پہلا ہدیہ یہی پیش ہُوا مَیں نے عرض کیا کہ میری والدہ نے یہ ہدیہ بھیجا ہے تو آپ نے دُعا فرمائی بارك الله فيك (اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے) پھر حاضرین کو بلا کر سب کے ساتھ ہدیہ تناول فرمایا اور ابھی میں دروازہ سے نکلا نہیں تھا کہ حضرت سعد بن عبادہ رض

---

[1] اصابہ ص: ۹۰، ج: ۲ بحوالہ احمد۔ علامہ شبلی نے اسی روایت کو لے کر ناقہ وغیرہ کے تمام واقعات کو حذف کر دیا جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ حالانکہ اس روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل حضرات انصار نے از خود کیا تھا اور بہت ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں رونق افروز ہونے سے پہلے کیا ہو۔ کیونکہ روایت میں مدینہ میں تشریف آوری کا ذکر ہے۔ قبیلہ بنو نجار میں رونق افروز ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ روی احمد طريق جبير بن نفير۔ عن ابی ايوب قال لما قدم النبی صلی الله عليه وسلم المدينة اقترعت الانصار ايهم يؤويه فقرعهم ابو ايوب۔ یعنی حضرات انصار نے خود قرعہ اندازی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کون مکان دے گا۔ (کس کے یہاں قیام ہوگا) تو سب کے مقابلہ میں ابو ایوب کا نام قرعہ میں بر آمد ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ بھی موافقات صحابہ کی ایک مثال ہے۔ یعنی صحابہ کرام نے بھی وہی فیصلہ کیا جو پہلے مشیت خداوندی طے کر چکی تھی۔ بعد کے الہام یا وحی نے اس کی توثیق کر دی۔ واللہ اعلم [2] بخاری شریف ص: ۵۵۶ [3] فتح الباری ص: ۲۰۱،

[4] یہ وہی زید بن ثابت ہیں جو آگے چل کر کاتب وحی اور جامع قرآن اور بہت بڑے فقیہہ اور ماہر فرائض ہوئے۔ ایسے ذہین کہ سریانی زبان اور سریانی خط پندرہ روز میں سیکھ لیا۔ اس وقت اُن کی عمر صرف گیارہ سال کی تھی۔ والدہ محترمہ کا اسم [illegible]

کے یہاں سے ثرید آگیا۔ آپ نے اسے بھی منظور فرمایا۔ پھر اگرچہ آپ مہمان ابوایوب رضی اللہ عنہ کے تھے مگر روزانہ تین چار انصار کے یہاں سے نمبروار کھانے کا ہدیہ آتا رہتا تھا۔[1] دسترخوان مبارک پر چار پانچ کھانے ضرور ہوتے تھے۔ کبھی پندرہ سولہ بھی ہو جاتے۔[2]

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ خود بھی کھانا پکواتے، دسترخوان پر اگرچہ شریک طعام نہیں ہوتے تھے مگر جو کھانا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے سے آتا تھا اس کو کھاتے اور خاص اس جگہ سے کھاتے جہاں آقا، دوجہاں کی اُنگلیوں کے نشان معلوم ہوتے تھے۔[3]

کسی نے حضرت ابوایوبؓ کے یہاں سے تحقیق کرنی چاہی کہ آپ کے یہاں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قیام ہے آپ مزاج سے واقف ہو گئے ہوں گے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کونسا کھانا پسند ہے کونسا ناپسند۔ جواب ملا خود سے آپ نے کبھی کسی کھانے کی فرمائش نہیں کی اور جو کھانا پیش کیا گیا کبھی اُس کی بُرائی نہیں کی۔[4]

ایک روز حضرت ابوایوبؓ نے خاص طور سے ایک کھانا پکوایا اور اس میں لہسن بھی ڈالا۔ وہ کھانا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے پیش ہوا مگر اُس کو آپ نے تناول نہیں فرمایا۔[5] جوں کا توں کھانا واپس آگیا تو حضرت ابوایوب گھبرا گئے فوراً خدمت مبارک میں حاضر ہوئے وجہ دریافت کی۔ فرمایا۔ اس میں لہسن تھا۔ حضرت ابوایوبؓ نے عرض کیا کہ کیا لہسن کھانا حرام ہے۔ ارشاد ہوا حرام تو نہیں ہے مگر مجھے اس کی بُو سے کراہیت ہے عرض کیا جس سے حضورِ والا کو کراہیت ہے مجھے بھی اس سے کراہیت ہو گئی۔[6]

---

[1] ابن سعد، ص: ۱۶۱، ج: ۱، خصوصاً حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہما کے یہاں سے تو روزانہ طشت بھر کر کھانا آتا تھا۔ وفاء الوفاء، ص: ۱۹۰، ج: ۱ [2] ایضاً [3] علّامہ نووی نے اسی حدیث سے چند مسئلے اخذ کیے ہیں۔ (۱) ہر موقع اور ہر جگہ پر برتن کا صاف کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ اگر بچے ہوئے کو کھانے یا پینے والے ہیں تو برتن میں کچھ چھوڑ دینا مستحب ہے (۲) خصوصاً جب معلوم ہو کہ لوگ اسکو تبرک سمجھ کر کھائیں گے (۳) یا کھانا کم ہو اور دوسرے کھانے والے موجود ہوں (۴) یا جیسا کہ بعض جگہ ہوتا ہے کہ پورا کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے اور اہل خانہ بعد میں بچا ہوا کھانا کھاتے ہیں۔ بظاہر حضرت ابوایوبؓ کا یہی طریقہ تھا (نووی علی مسلم ص ۱۸۳ ج ۱۵) [4] وفاء الوفاء ص ۱۹۰ ج ۱ ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے یہاں سے طفیشل آیا (خاص قسم کا شوربا ہوتا تھا) آپ نے بڑے ذوق سے اسکو تناول فرمایا اور کچھ نوش جان بھی فرمایا پھر ہم بھی اپنے یہاں اس طرح کا شوربا تیار کیا کرتے تھے۔ وفاء الوفاء ص ۱۹۰ ج ۱ [5] یہی آپ کا طریقہ تھا جو کھانا ناپسند ہوتا تھا چھوڑ دیتے تھے، مگر عیب نہیں نکالتے تھے۔ (شمائل ترمذی وغیرہ) [6] مسلم شریف ص ۱۸۳ ج ۱

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن السدیس، امامِ حرم مکّی

مسجد الحرام میں
جشنِ میلاد
کے بارے میں امامِ حرم کا خُطبہ

حمد و صلوٰۃ!

مسلمان بھائیو! اللہ سے آپ ڈریں اور اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں "کہ اس نے تم ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو تم پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے۔ تمہیں پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت و دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔" آپ خدا کی اس نعمت کو عملی جامہ پہنائیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت کی اتّباع کریں، اُن کے بتائے ہُوئے طریقے پر چلیں اور اُن کی لائی ہُوئی شریعت پر گامزن رہیں اور خواہشات و نفسیانیت کے مارے ہُوئے لوگوں نے جو بدعات و منکرات ایجاد کر رکھی ہیں۔ اُن سے کنارہ کش ہو جائیں۔

برادرانِ اسلام! رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت و تابعداری اور آپؐ کی سُنّت کو مضبوطی سے تھام لینے کے بارے میں احکامات و اَوامر کثرت سے قرآن و حدیث میں وارد ہُوئے ہیں، یہ سب کے سب صریح و واضح نصوص ہیں جو آپؐ کی اطاعت و فرمانبرداری اور بلا چوں و چراں سر افگندگی و سُپردگی پہ دال ہیں، نیز کسی طرح بھی ان سے سرِ مُو انحراف کی گنجائش نہیں، ارشادِ خداوندی ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ط

ترجمہ۔ اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو حالانکہ تم سُن رہے ہو۔

نیز ارشاد ہے۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ

ترجمہ۔ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم و کرم ہو۔

نیز ارشاد ہے۔

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

ترجمہ۔ جو کچھ رسول نے تمہیں دیا ہے اُسے تم لے لو اور جن چیزوں سے رسول نے تم کو منع فرمایا ان سے باز آجاؤ۔

نیز ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ

ترجمہ۔ آپؐ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبّت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ رسول اللہ سے بدظنی اور آپؐ کی شانِ عقیدت میں گستاخی کی ناعاقبت اندیشی سے ڈراتا ہے۔خواہ رسول کی زندگی میں سرزد ہو خواہ آپؐ کی وفات کے بعد دائرہ سُنّت میں بایں طور کہ آپ کی سُنّت کو پسِ پشت ڈال کر کسی اور طرز و طریقہ کو اوّلیت و فوقیت دی جائے یا اُس کی مخالفت کی جائے یا آپؐ کے ارشادات کے مقابلہ میں عناد و تعصّب برتا جائے۔ دین میں بدعات کا دروازہ کھولا جائے اور اس کے فروغ کے لیے کاوشیں کی جائیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ط

ترجمہ۔ اے ایمان والو! اللہ و رسول کی اجازت سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ تمہارے سب اقوال سُننے والا ہے اور تمہارے سب افعال کو جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر

کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ اُن سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو۔ کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول امین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت کی خلاف ورزی کرنے والوں کو اُن کے بُرے انجام سے آگاہ کر دیا ہے۔ فرمایا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

ترجمہ: جو لوگ آپ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ باخبر ہو جائیں کہ کہیں وہ فتنہ کے شکار یا دردناک عذاب میں مُبتلا نہ ہو جائیں۔

اسی طرح رسول کی اطاعت واتّباع کی خلاف ورزی کو خواہ زندگی میں ایک ہی بار کیوں نہ ہو کھلی ہُوئی گمراہی اور دین میں انحراف کے مترادف قرار دیا ہے جو بلا شُبہہ نعمتِ ایمان کے فقدان وزوال کا موجب ہے۔ فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔

ترجمہ: اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے جبکہ اللہ اور اُس کے رسول کسی کام کا حکم دے دیں کہ پھر اُن کو اُن کے کسی کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ کا اور اُس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

نیز فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

ترجمہ: پھر قسم ہے آپ کے ربّ کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو

کہ اُن کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرائیں پھر اس میں آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔

نیز فرمایا:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

ترجمہ: اگر تم میں کسی بات پہ جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

احادیثِ مطہرہ کا بیش بہا ذخیرہ بھی ان دلائل و احکامات سے بھرا پڑا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا ٹکڑا جسے امام بخاری نے روایت کی جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ

ترجمہ: جس نے میری سُنّت سے اعراض و پہلو تہی برتی وہ مجھ سے نہیں۔

نیز حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے کہ ایک حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ یَّعِشْ مِنْكُمْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا كَثِیْرًا فَعَلَیْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

ترجمہ: تم میں جو شخص زندہ رہا تو وہ بہت سارے اختلافات دیکھے گا تو تم میری سُنّت اور خلفائے راشدین کی سُنّت کو مضبوطی سے تھام لو اور اپنے دانتوں سے تھام لو اور نئی نئی باتوں سے دُور رہو کیونکہ ہر بدعت (نئی بات) گمراہی ہے۔

برادرانِ اسلام! کتاب و سُنّت کے ان مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مُسلمانوں کو سُنّتِ نبوی سے وابستہ رہنے کا حُکم دیا گیا ہے اور دین میں نئی نئی باتیں جن کا اس دین سے کوئی تعلق نہیں کے اختیار و ایجاد کرنے

سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم برابر اپنے خطبوں میں سُنّت پہ گامزن رہنے اور بدعات سے پرہیز کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

ترجمہ: امابعد! سب سے بہتر بات خدا کی کتاب ہے اور سب میں بہترین طریقہ رسول اللہ کا طریقہ ہے اور سب سے بدترین امور نئی نئی چیزوں کا اختراع ہے اور ہر نئی بات گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔

نیز حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

ترجمہ: جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی جس کا اس سے کوئی تعلّق نہیں تو وہ مردود و ناقابلِ قبول ہے۔

اس سلسلہ میں سلفِ صالحین کے گفتار و کردار کے ایسے نقوشِ پا موجود ہیں جو قرونِ اولیٰ کے بہترین طرزِ عمل کی وضاحت کرتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے ہر زمان و مکان میں بہترین کردار و اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں، چاہیے کہ انہی سے اپنی روشِ زندگی اور اپنے کردار و خیالات کی راہ متعین کریں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ "اتباع و تابعداری کرتے رہو اور نئی نئی باتیں مت گھڑو۔ یہی تمہارے لیے کافی ہے۔" نیز آپ نے ارشاد فرمایا۔ "سُنّتِ رسول پہ اکتفا و قناعت کر لینا۔ کہیں بہتر ہے، اس سے کہ بدعات کی ترویج کے لیے آدمی کوشاں ہو۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ "لوگوں پہ کوئی سال ایسا نہ گزرے گا جس میں وہ کوئی بدعت ایجاد نہ کریں گے اور کسی سُنّت کو مُردہ کر چکے ہوں گے۔ یہاں تک کہ بدعتیں زندہ و پائندہ ہوتی رہیں گی اور سُنّتیں مُردہ ہوتی چلی جائیں گی۔"

حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہیں۔ ہر نئی بات گمراہی ہے خواہ لوگ اسے حسنات میں

شمار کیوں نہ کریں"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ"رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے سُنّت پہ ثابت قدم رہ کر بتلا دیا کہ اس کی پابندی درحقیقت قرآن کی تصدیق، اللہ کی اطاعت اور دینِ متین کو تقویت پہنچانا ہے جو اس پر عمل پیرا ہُوا وہ راہ یاب ہے جس نے اس سے مدد چاہی وہ فائز المرام ہے اور جو اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگیا اُس نے مومنین صالحین وکاملین سے بغاوت کی راہ اختیار کی، خدا ایسے لوگوں کو مُنہ کی کھلائے گا اور اُنہیں جہنّم رسید کرے گا"۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں "اس اُمّت کے متأخرین کی اصلاح وکامیابی صرف اس طریقہ پر ہوگی جس پر چل کر قرونِ اولیٰ کے مسلمان کامیاب وراہ یاب ہُوئے"۔

بعض بزرگوں کا یہ قول منقول ہے کہ"مخلوقِ خدا کے لیے تمام راستے بند ہیں صرف ایک ہی راستہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم کی پیروی کی جائے"۔

میرے دینی بھائیو! جب دین ومذہب کی غربت واجنبیت پروان چڑھ چکی۔ جب اس کے اعوان وانصار کی قلت ہوگئی۔ جب دُشمنان دین کی تعداد افزوں تر ہوگئی۔ جب اہلِ ایمان ویقین تہی دامن وتہی دست ہوگئے اور دین سے بیزار ہوکر گریز کی راہ اپنا لی۔ جب داعیانِ سوء اور اربابِ بدعات وخرافات کی کثرت ہوگئی۔ تو حالات میں ایک تغیّر رونما ہوگیا معروف نے منکر کا روپ دھار لیا۔ سُنّت کو بدعت اور بدعت کو سُنّت کا نام دے دیا گیا۔ پھر تو بدعات لوگوں میں رواج پذیر ہوگئیں اُن کے دل ودماغ اور اُن کے قلوب و اذھان میں سرایت کرگئیں جیسے جسم میں خون کی آمیزش ہوجاتی ہے۔

برادرانِ اسلام آج دین میں نئی نئی باتوں کا رواج بڑھتا جا رہا ہے جن کی طنابیں دُنیا کے چپّے چپّے پہ کھنچتی چلی جا رہی ہیں جن سے لوگوں کے افکار وخیالات متأثر ہو رہے ہیں اُن کے دل ودماغ میں راسخ وپیوست ہونے جا رہے ہیں جن پہ بلاشبہ معروف وحسنات کا لبادہ ڈال دیا گیا ہے۔ یہ وہ اعمال ہیں جنہیں وہ ربیع الاوّل کے مہینہ میں انجام دیتے ہیں۔ جلسے جلوس اور محفلیں منعقد کرتے ہیں جن کے جواز کے لیے خدا کی کتاب اور رسول

کی سُنّت میں کوئی دلیل نہیں، ان جلسے، جلوسوں اور محفلوں کو وہ "میلاد النبی" سے تعبیر کرتے ہیں، بعضوں نے تو حد کر دی کہ وہ اس مہینہ خاص طور سے مکّہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ کا بالقصد رختِ سفر باندھتے ہیں کہ وہ جناب محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا تقرّب حاصل کریں۔ یہ حضرات بڑے زعم و فریب میں مبتلا ہیں کہ اُن کے پاس افعال و اعمال کے لیے کوئی سند و دلیل نہیں۔ یہ وہ تخصیص ہے۔ جس کے لیے کوئی ثبوت و شہادت نہیں پیش کر سکتے۔ قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ لہٰذا ربیع الاوّل کے اس مہینہ یا اُس کے بعض دنوں کو مجالس و محافل کے لیے خُصوصیّت سے اپنا لینا مندرجہ ذیل اُمور کی بناء پر شرعاً صحیح نہیں ہے

اوّلاً: یہ دین میں ایک نئی ایجاد ہے اس لیے کہ یہ نہ تو خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا عمل ہے نہ ہی خلفائے راشدین، دیگر صحابہ کرامؓ تابعین تبع تابعین اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں سے کسی نے ایسا کیا، حالانکہ یہ حضرات سُنّتِ رسول کے سب سے زیادہ پابند و شناسا آپؐ کی محبّت میں سب سے زیادہ سرشار، آپ کی شریعت کے سب سے زیادہ تابعدار و فرمانبردار تھے۔ لہٰذا بعد کے ہم مسلمانوں کے لیے بھی اتنی ہی کی گنجائش ہے جس قدر گنجائش اُنھوں نے روا رکھی۔ اگر یہ طرزِ عمل خیر کا باعث ہوتا تو وہ یقیناً ہم سے پہل کر چکے ہوتے۔

ثانیاً: مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ شریفہ کی روشنی میں یہ بات ظاہر و باہر ہوگئی کہ رسول اللہ کی اطاعت واجب۔ آپ کی سُنّت کی پیروی ضروری اور ابتداع فی الدّین سے پرہیز و اجتناب لازم ہے۔

ثالثاً: اللہ تبارک و تعالیٰ نے دین کی تکمیل فرما دی اور اللہ کے رسول نے مِنْ وَعَنِ اللہ کا پیغام واضح انداز میں لوگوں تک پہنچا دیا۔ اب میلاد النبی کے نام سے دین میں اختراع گویا یہ باور کیا جائے گا کہ اللہ نے دین کی تکمیل نہیں فرمائی اور خدا کے رسول نے پیغامِ خداوندی کی تبلیغ میں کوتاہی برتی تا آنکہ چھٹی صدی ہجری میں متاخرین اور اُن کے بعد کچھ دوسرے لوگ پیدا ہوئے اور اُنھوں نے شریعتِ الٰہی میں اپنی طرف سے کچھ نئی چیزیں شامل کر لیں۔ حالانکہ ان کے پاس نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی ثبوت اور نہ ہی احکامِ الٰہی کو اُن کی ان بدعات

سے کوئی واسطہ۔ بالائے ستم یہ کہ وہ اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ یہ محافل تقربِ خداوندی کا ذریعہ ہیں، کیا یہ اللہ کی شان میں بے باکانہ اعتراض کی جرأتِ لاحاصل اور تبلیغِ رسالتِ محمدیؐ کی انتھک کوششوں کے آگے مجنونانہ گستاخی نہیں؟

رابعاً: اس طرح کی محفلوں اور اجتماعات کا انعقاد جادۂ حق سے بغاوت کی علامت اور یہود و نصاریٰ کے اعیاد و مراسم کی نقل ہے، حالانکہ ہمیں تشبّہ باہلِ کتاب اور اُن کے طریقوں کی نقل سے روکا گیا ہے۔

خامساً: شریعت کے اصول و قواعد اور دین کے اغراض و مقاصد اور مزاج و طبیعت ان بدعات و خرافات کا قلع قمع کرتی ہے۔ پھر عبادات محض توقیفی ہیں اب کسی کے بس میں نہیں کہ وہ شریعت سازی کرنے کی جرأت کرنے لگے، شریعت حق وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے ہم کو ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ۔

ترجمہ: کیا ان کے کچھ شرکاء ہیں جنھوں نے اُن کے لیے دین میں شریعت مقرر کی ہے جس کی اجازت خدا نے نہیں دی۔

نیز شریعت کا یہ ثابت شدہ و مسلّمہ قاعدہ ہے کہ باہم تنازع فیہ امور میں قرآن و سُنّت کی طرف رجوع کیا جائے ہم نے اس بابت جب دونوں مآخذ سے رجوع کیا تو یہی پایا کہ اس طرح کے اعمال سے تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ نیز سدِّ ذرائع اور ازالۂ ضرر کا مسلّمہ قاعدہ بھی اپنی جگہ اٹل ہے اور ضرر فی الدّین سے بڑھ کر اور کیا ضرر ہو سکتا ہے؟ یہ معاملہ یہیں پر آ کر نہیں رُک جاتا بلکہ ان محفلوں میں منکرات تک کا ارتکاب ہوتا ہے اور شرک باللہ سے بڑھ کر کوئی منکر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسولِ خدا سے دُعائیں مانگی جاتی ہیں اُن سے حاجت روائی کی جاتی ہے۔ مشکل کشائی کی دہائی دی جاتی ہے اور آپ کی شانِ عقیدت میں ایسے نعتیہ مدحیہ قصائد پیش کیے جاتے ہیں جو شرک و غلو کے ڈانڈے سے جا ملتے ہیں۔ ان میں اختلاط کی گرم بازاری ہوتی ہے۔ مال و دولت کا بے جا اسراف ہوتا ہے۔ ایک ہنگامۂ شور و غوغا برپا ہوتا ہے اور جھوٹی راگیں الاپی جاتی ہیں۔ باوجودیکہ ربیع الاوّل کے جس مہینے میں

سرورِ کائنات صلعم ولادت باسعادت سے سرفراز ہوئے بعینہٖ اسی مہینہ میں آپ کی وفات بھی ہوئی تو پھر حزن و ملال کو بالائے طاق رکھ کر مسرّت و شادمانیوں کے نغمے الاپنا کہاں سے افضل و اولیٰ قرار پاگئے؟

لہٰذا ربیع الاوّل کی بعض راتوں کو ان محفلوں اور مجالس کے لیے مخصوص کرنا، کوتاہ اندیشی اور مورخین کے مختلف فیہ اقوال کے ہوتے ہوئے ہوا پرستی کے مترادف ہے۔ اب جس نے بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جشن میلاد النبی منانے کے لیے کسی ایک رات کی تعیین کر لی وہ ذمّہ دار ہے کہ دلیل پیش کرے حالانکہ دلیل نام کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں۔

علمائے اسلام جو اتباعِ سُنّتِ رسول میں مشہور و معروف ہیں اُن کی تالیفات کا بیش بہا خزانہ اور ان کے اقوال کا گراں مایہ سرمایہ موجود ہے جو ان محفلوں کی تردید کے لیے دلیلِ قاطع کی حیثیّت رکھتا ہے۔ شیخ الاسلام علّامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

"کسی بھی ایسے تیوہار کو اپنانا جو شریعت کے مقرّر کردہ اعیاد و مراسم کے علاوہ ہیں جیسے ربیع الاوّل کی بعض راتوں کو اس غرض کے لیے مخصوص کر لینا کہ یہی میلاد النبی کی رات ہے تو یہ بدعت ہے جسے سلف صالحین نے پسند نہیں فرمایا نہ عملاً کبھی برتا۔"

نیز فرماتے ہیں۔

"میلاد النبی کو جشن و خوشی کے طور پر منانے کا رواج سلف صالحین میں مقتضائے حال اور عدمِ مانع کے باوجود نہیں رہا، اگر یہ خیرِ محض ہوتا یا راجح ہی مسئلہ ہوتا تو وہ ہم سے پہلے اس دعوت پر لبیک کہتے، کیونکہ وہ محبّتِ رسول میں ہم سے کہیں زیادہ پیش پیش، اور آپ صلعم کی تعظیم و احترام کے ہم سے کہیں زیادہ دلدادہ اور خیر و بھلائی کے کاموں میں ہم سے کہیں زیادہ حرص و آز کے شکار تھے۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"رہا مسئلہ میلاد النبیؐ کی محافل اس کی نشستوں اور کارروائیوں میں شرکت اور رقص و سرود، گانے بجانے کی مجلسوں میں شمولیّت اور عبادات کی طرح دلچسپی سے ان کو اختیار کرنے کا تو ان کے منکرات ہونے میں صاحبِ علم و ایمان کو قطعاً

شک و شُبہہ نہ ہوگا۔ یہ تو وہ منکرات و بدعات ہیں جن سے دُور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اَب کوئی جاہل مطلق اور زندیق و فاسق ہی اُنہیں خیر کی نگاہ سے دیکھے گا"

برادرانِ اسلام! جو لوگ اس طرح کے گمراہ کُن اعمال میں دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ تین طرح کے لوگ ہو سکتے ہیں۔

(۱) جاہل و نادان اور تقلید پرستی کے متوالے جو زبان حال سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا ہے لہٰذا ہم بھی اُن کے نقشِ پا کے راہی ہیں۔ اُن کی مثال فرمانِ خداوندی کے موجب ہے۔ ارشاد ہے:

اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَآءَ نَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ۔

ترجمہ: ہم نے اپنے اباء کو اسی طریقہ پر پایا لہٰذا ہم ان ہی کے نقوش کے پیروکار ہیں۔

(۲) زر خرید، بیت کے غلام اور فساق و فجار جوان جشنوں کے پسِ پردہ اکل و شرب، لہو و لعب اور اختلاط و اجتماع کے ذریعہ اپنی نفسانی خواہشات کی تسکین چاہتے ہیں۔

(۳) ضلالت و گمراہی کے پرستاران و مبلغین اور کینہ پرور دُشمنانِ دین جو اسلام کے خلاف دسیسہ کاریاں چاہتے ہیں اور لوگوں کو جادۂ سُنّت سے ہٹا کر بدعات و خرافات کی راہ پر لگا دینا چاہتے ہیں۔

بدعت کے ان بہی خواہوں کے ذہنوں میں شیطان نے کچھ شُبہات پیدا کر دیے ہیں، اس نے بدعات کو آراستہ و پیراستہ کر کے اُن کے سامنے پیش کیا اَب وہ اِتراتے پھرتے ہیں کہ اس لبادہ کو عوام پر ڈال دیں حالانکہ یہ مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ نازک و کمزور ہیں کیونکہ یہ سراسر قرآن و حدیث کے نصوصِ صریحہ کے خلاف ہیں اُن کی کم عقلی و خام خیالی کا ایک بیّن ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ اس زعم میں مُبتلا ہیں کہ یہ جشنِ محبّت و عقیدتِ رسول کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ میلاد النبیؐ کی یاد مسرّتوں کی سوغات ہے جو اس سے گریزاں ہے وہ محبّتِ رسول کا پاسدار نہیں، حالانکہ یہ مجنونانہ بڑ اور بے بُنیاد دلیل ہے اس طرح کے دعویدار ظنّ و تخمین کے پرستار اور نفس کے غلام ہیں اس لیے کہ رسولِ خدا سے ہماری محبّت کا معیار آپؐ کی شریعت کی اتباع اور آپؐ کی سُنّت کی پابندی میں ہے نہ کہ گمراہ کُن

محفلوں کے سجانے اور روشنیوں کی دُنیا بسا کر نئے تماشے دکھانے میں اللہ کا ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔

ترجمہ: آپ کہیے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

ان کا ایک باطل خیال یہ بھی ہے کہ یہ مجالس و محافل بدعتِ حسنہ ہیں یہ دعوای ہی سَراسر باطل ہے کہ ہر بدعت کو گمراہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر قرآن و سُنّت میں ایسی کہاں دلیل ہے جس سے اسلام میں بدعتِ حسنہ کی تقسیم نکلتی ہو۔ ان کی خام خیالی یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے آئے ہیں اور بغیر کسی اعتراض و نکیر کے یہ مناتے آئے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم لوگوں کے اعمال و کردار کی پرستش نہیں کرتے ہم تو صرف قرآن و سُنّت سے ثابت شدہ حقیقت کو اٹل سمجھ کر مانتے ہیں۔ مزید بوالعجبی و ستم ظریفی یہ کہ شیطان نے منکرات کو اُن کے پرستاروں کے سامنے مزیّن کرکے پیش کیا۔ اَب وہ اُلجھ گئے ہیں۔ دل چسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں محفلوں میں شرکت کے لیے سَر توڑ کوشش کرتے ہیں۔ ان پر گرے بلکہ مرے پڑتے ہیں۔ عصبیّت کا لبادہ اوڑھ کر آتے ہیں۔ اُن کی طرف سے مدافعت کرتے ہیں اور اُن کے خلاف آواز اُٹھانے والوں پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ حالانکہ ان میں بیشتر ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے نہ جانے کتنے شرعی فرائض و واجبات کو پسِ پشت ڈال رکھا ہوا ہے بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے پامال کیا ہے اس راہ میں ان کی زبان نہیں کھلتی۔ اُن کا سَر نہیں اُٹھتا۔ بلاشُبہہ یہ دین میں بصیرت و فراست کی کمی اور جہلِ مبین کا نتیجہ ہے

بعض لوگ اس خیال و فریب کے شکار ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کی ان محفلِ بدعات و خرافات میں جلوہ افروز ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ صلوٰۃ و سلام کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں حالانکہ یہ باطل ترین جہالت آمیز خیال ہے

مسلمانانِ گرامی! ان روشن دلائل و کھلے حقائق اور ان واضح تردیدات کی روشنی میں بدعات کی بے حقیقت پسندیاں کھل کر سامنے آگئیں۔ اُنکی قلعی کُھل گئی۔ انکے دعوؤں کی بُنیادیں زمین بوس ہو گئیں۔ اُن کی

غلطیاں فاش ہو گئیں۔ محبّتِ رسول اور حق پرستی کا جھوٹا دعویٰ ظاہر ہو گیا۔ اَب ہم مسلمانوں اور خصوصیّت سے بدعات میں ملوّث ان لوگوں کو بڑے درد و کسک کے ساتھ اپیل کرتے ہیں کہ وہ عذابِ آخرت کا خیال کریں۔ جب بارگاہِ رَبّ العالمین کے سامنے تہی داماں کھڑے ہوں گے۔ ہم اُنہیں اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ بدعات وخرافات کی جڑیں اُکھاڑ پھینکیں کہ یہ اللہ سے دُوری پیدا کرنے والی چیزیں ہیں اور رسولِ خدا کی سُنّت سے اعراض وگریز کا انداز سکھاتے ہیں۔ ہم اُن سے کہتے ہیں کہ نبی کی سُنّت پر عمل پیرا ہو جائیں اور اِن محافل و مظاہرے سے اجتناب کریں کہ اُن سے اسلام کے رُخِ زیبا کی شکل بگڑ رہی ہے۔ اس کے جمالِ جہاں آرا کو نظر لگ رہی ہے اس کے حسن وجلال وکمال، اس کی قوّت و شوکت اور اسکی ہمہ گیر اسپرٹ پہ آنچ آرہی ہے۔ اگر یہ اَب بھی اس دعوت و پُکار پر لبّیک نہیں کہتے تو یہ سمجھ لیجیے کہ یہ خواہشات نفس کے بندے اور ہوس کے مارے ہُوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللهِ، اِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

ترجمہ: اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جس نے اللہ کی کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی غلامی کی بیشک اللہ ظالم قوموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

فرزندانِ اسلام! کب تک ان باطل پرستیوں اور اندھیروں میں بھٹکتے پھرو گے کب تک ان خرافات کے جال میں پھنسے رہو گے، عقیدۂ توحید پہ تمہاری غیرتوں کو کیا ہو گیا ہے۔ رسولِ خُدا کی سُنّت سے عملی وابستگی کی خواہش و تڑپ کیا ختم ہو گئی ہے؟

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

صحیح فرمایا جناب محمّد رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے۔

بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَّسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ

ترجمہ: اسلام اجنبیّت کی حالت میں ابھر پھر وہ اجنبیّت کی راہ پر واپس آجائے گا تو مبارک ہیں اجنبی لوگ۔

خدایا ہم مسلمانوں کے احوال کی درستگی فرما، ہمیں سنّت المرسلین پر چلنے کی توفیق نصیب فرما، ہمیں معاصی اور دین میں بدعات پیدا کرنے سے دُور رکھ۔

تحریر: ڈاکٹر محمود عارف۔ لاہور (قسط: ۳)

گردیز کے محاذ پر

حافظ صاحب کی جب سانس ہموار ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ گاڑی آگئی ہے اور آپ کا انتظار ہو رہا ہے: ہم نے عرض کیا ہم تو پہلے ہی تیّار ہیں۔ بقول انشاء

کمر باندھے ہُوئے چلنے کو یہاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیّار بیٹھے ہیں

ہم یہ سُن کر باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک FOUR WHEEL ڈاٹسن گاڑی تیار کھڑی ہے اور ایک افغان کالی پگڑی پہنے ہُوئے آگے بیٹھا تھا گویا وہی ہمارے اس سفر کا "ناخدا" تھا اس سفر کے دَوران ڈرائیوروں کا اکثر یہی حلیہ نظر آیا: کلین شیو، مُونچھیں بڑھی ہُوئیں سر پر سیاہ بھاری پگڑی، افغان جیکٹ اور مُنہ میں نسوار۔

یہ ڈرائیور دونوں طرف یعنی پاکستان اور افغانستان میں گاڑی چلاتے تھے اور خُوب کما رہے تھے۔ مثلاً یہ لوگ ایک پھیرے کے تین ہزار پاکستانی اور فی سواری اڑھائی یا تین صد لیتے تھے اور پُرپیچ اور پُرخطر راستوں کی بنا پر آنے جانے والوں کی کثرت اور گاڑیاں کم تھیں، اس لیے اُن لوگوں کی چاندی تھی۔

یہ ڈاٹسن گاڑی اس طرح کی تھی کہ اس میں ڈرائیور کے برابر دو سیٹیں اور اس کے پیچھے تین سیٹیں مسقف (چھت والی)، اور اس کے بعد پیچھے دو لمبی سیٹیں کھلی (اوپن) تھیں۔ قاسم صاحب نے ڈرائیور کے برابر ایک افغان کمانڈر کو پورے لباس اور اسلحہ سمیت بٹھایا۔ یہ گویا ہمارے اس سفر کا پاسپورٹ اور ویزا تھا، اس کے برابر کمانڈر الیاس صاحب بیٹھے جن کا ذکر آئندہ ہو گا اور جو ہمارے اس سفر کے اعزازی گائڈ تھے۔ اُن کے پیچھے مَیں، حافظ عبد اللہ اور بھائی

یٰسین صاحب کو سیٹ ملی، جبکہ زبیر اور ضمیر صاحب کو کھلی سیٹیں ملی اور ایک نوجوان مجاہد محمد یٰسین گلگتی بھی ان کے ہمراہ بیٹھ گیا۔ جس قسم کا سفر شروع ہونے والا تھا اس کے پیشِ نظر تمام سیٹیں سفف ہونی چاہیے تھیں، مگر مجبوری تھی، لہٰذا جو کچھ میسّر تھا، اسی پر قناعت کرنا پڑی۔ دن کے ساڑھے نو بجے جب دھوپ اچھی طرح چمک رہی تھی، دن خوب روشن ہو چکا تھا، افغان بچّے گلیوں اور صحنوں میں اُچھل رہے تھے اور کھیتوں میں سرسوں کے پھول لہرا رہے تھے تو ہماری گاڑی نے خراماں خراماں سفر کا آغاز کیا: ایک ایسے سفر کا جو انجانی منزلوں اور ان دیکھے راستوں کی طرف تھا۔ ایک ایسا سفر جس میں خطرات زیادہ اور آسائشیں اور بخیریت واپسی کی اُمیّدیں کم تھیں۔ ایسے موقعوں پر یہ فطری بات ہے کہ "خدا" بہت یاد آتا ہے۔ اس مقدس و پاکیزہ یادوں کے بغیر تو زندگی کا ایک قدم اُٹھانا بھی ممکن نہیں، مگر خصوصیت کے ساتھ۔ یہاں سے آگے کے سفر میں تو ہر وقت زبان پر اسی کا نام رہا:

ان کا ذکر اُن کی تمنّا ان کی یاد۔　　　وقت کتنا قیمتی ہے آج کل۔

<u>کمانڈر محمد الیاس</u>

ہمارے ہم سفر دوستوں میں ابھی ابھی ایک نوجوان کا ذکر ہوا، جن کا نام محمدّ الیاس تھا یہ نوجوان یہاں رات کو پہنچا تھا۔ ہمیں علی الصبح اُن سے تعارف کا شرف حاصل ہوا۔ یہ نوجوان افغان جہاد کی مکمّل تصویر تھے۔

محمد الیاس کا تعلّق آزاد کشمیر کے اس علاقے سے ہے جو وادی نیلم میں عین اس جگہ واقع ہے جہاں دریائے نیلم مقبوضہ اور آزاد کشمیر میں حدِ فاصل بناتا ہوا داخل ہوتا ہے۔ اس لیے جذبہ جہاد اُن کے رگ میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ وہ ۱۹۸۴ء سے حرکۃ الجہاد الاسلامیہ کے مجاہدین صف شکن کے ساتھ شریک جہاد ہیں۔ جہاد میں دو مرتبہ بری طرح زخمی ہو چکے ہیں: پہلی مرتبہ "ٹانگ" پر گولی لگی، مگر بفضلہ ٹانگ سلامت رہی۔ دوسری بار خوست میں زمین میں چھپائے ہوئے بموں MINES کو نکالتے ہوئے، ایک بم کی زد میں آگئے اور بری طرح زخمی ہوئے اور ایک آنکھ کام آگئی۔ سری لنکا والوں کا بھیجا ہوا آنکھ کا ایک قرنیہ لگایا گیا، مگر بینائی پوری طرح بحال نہ ہوئی تھی۔ ڈاکٹروں کا خیال

ہے کہ ابھی ایک اور اپریشن ہوگا جس کے بعد بینائی کے بحال ہونے کی توقع ہے مگر واہ رے جذبہ شوق اس مردِ مجاہد کو اس بات پر افسوس تھا کہ اُن کی قسمت میں شہادت کی موت" نہ لکھی تھی۔

نالہ بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ اسیر نبود

جدید تعلیم یافتہ یہ نوجوان سُنتِ نبویہ کو مُنہ پر سجائے ہُوئے، جب جہاد پر گفتگو کرتا تھا تو اس کے ایک ایک بال اور ایک ایک ریشے سے جذبے کی سنہری کرنیں پھوٹتی تھیں جو سامع کو متاثر کیے بغیر نہ رہتی تھیں۔ اس مجاہد کی مجلس میں دل میں واقعی کچھ تحریک ہوتی تھی۔ اس وقت علامہ اقبال کی نظم کا یہ بند سمجھ میں آیا کہ

مجاہد کی اذان اور ہے مُلّا کی اذان اور

یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہمیں ہمراہی کے لیے ایسے مرد مجاہد کی ہمراہی کا شرف حاصل ہُوا۔

دوسرے نوجوان جن کا سطور بالا میں ذکر ہُوا گلگت کے محمد یٰسین تھے، رنگت گوری چہرہ بیضوی، سنجیدہ آنکھیں اور عُمر بائیس سال تھی والدین کے اکلوتے بیٹے اور ایک بچّی کے باپ تھے اور چار ماہ کے لیے اپنی والدہ سے جہاد کی اجازت لے کر آئے تھے اُنہیں دیکھ کر اس ماں اور اس بیوی کی عظمت کا قائل ہونا پڑا جنھوں نے اپنی کل کائنات کو ایک ایسی جنگ میں "جھونک" دیا تھا جس سے ہر روز لاشیں واپس آرہی تھیں؛

جفائے دوست کی لذت کو غیر کیا جانے
ترا کرم ہے چنا مجھ کو امتحان کے لیے

افغانستان میں داخلہ

"میران شاہ" سے افغان سرحد کا فاصلہ چھ میل ہے اور آخری چوکی کا نام "غلام خان" ہے یہاں ہمیں پہاڑوں پر جگہ جگہ پختہ اور نیم پختہ مورچے نظر آئے۔ محمد الیاس نے بتایا کہ یہ مورچے پاک فوج نے دفاعِ وطن کے لیے ۱۹۸۰ء میں اس وقت قائم کیے تھے،

جب سُرخ فوج کا ریلا افغانستان کے اس قصبے تک آپہنچا تھا اور اُس کی خواہش تھی کہ پاکستان کو فتح کر کے بحیرۂ عرب کے گرم پانیوں تک رسائی حاصل کر لی جائے، لیکن نہتے مگر جواں جذبوں سے لیس، افغان مجاہدین نے ان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ اس لیے جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کا یہ کہنا بجا تھا کہ افغان مجاہدین درحقیقت پاکستان کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ غلام خاں کے قریب تین چوکیاں بنی ہوئی تھیں پہلی چوکی پاک فوج کی تھی دوسری قبائلی پولیس کی اور تیسری اور آخری چوکی افغانستان کے مجاہدین کی تھی جو افغانستان کی حدود شروع ہونے کے بعد آئی، ان تمام چوکیوں پر گاڑی کی رفتار کم ہوئی چوکی والے سپاہیوں نے اندر جھانکا اور پھر جانے کی اجازت دے دی۔ ٹھیک طرح تو یاد نہیں، البتہ گمان غالب ہے کہ ہم نے افغانستان میں دس بج کر تیس منٹ پر، قدم رکھا۔ افغانستان میں داخل ہوتے ہی جلے ہوئے ٹینک اور ٹوٹی پھوٹی بکتر بند روسی گاڑیاں نظر آتی ہیں۔ پتہ چلا کہ دفاع وطن کی پہلی جنگ یہیں لڑی گئی اور یہ "کھنڈرات" اپنے عظیم ماضی اور اس خونخوار دُشمن کی آمد اور اس کے فرار کا پتہ دے رہے تھے جو ناپاک عزائم کے ساتھ، آگے بڑھنے کا ارادہ لے آیا تھا۔

جب ہماری گاڑی افغانستان میں داخل ہوئی اور "ارض پاک" نے قدموں کو چھوڑا تو ایک عجیب سی کیفیت دل میں پیدا ہوئی ــــــ خیال آیا خدا معلوم ان راستوں سے واپسی ہو گی بھی یا نہیں۔ اور پاک وطن کی ان نیلی اور خوشگوار فضاؤں کو دوبارہ دیکھنا نصیب ہو گا یا نہیں۔ ان مسافروں میں سے ان راستوں سے سرخرو ہو کر کون واپس آسکے گا اور کون ان نیلی فضاؤں میں ہمیشہ کے لیے گم ہو جائے گا۔ دِل نے نگاہوں ہی نگاہوں میں حسرت سے دُور ہٹتی ہوئی ارض پاک کو چوما اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کو خدا حافظ کہا:

جو عشق میں قدم رکھے وہ نشیب و فراز کیا جانے

افغانستان کا سرحدی علاقہ

افغانستان کے یہ "پہاڑ" خاکی اور سرمئی رنگ کے ہیں کسی جگہ بہت اُونچے اور کسی جگہ کم اُونچے ہیں۔ یہاں آبادی اور کھیتی کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ راستے میں اِکا دکا

خانہ بدوش قبائل اُونٹ یا ریوڑ چراتے ہُوئے نظر آئے۔ افغانستان شروع ہوتے ہی، یہ محسوس ہُوا کہ ہم کسی اُجڑے ہُوئے اور خزاں زدہ دیار میں آ گئے ہیں۔ افغان علاقہ شروع ہوتے ہی جہاد کی تمام نشانیاں یہاں نظر آنے لگی تھیں۔ جگہ جگہ جھلسے ہُوئے پہاڑ، ٹوٹی ہُوئی گاڑیاں، گرے ہُوئے کھنڈرات، کھلے ہُوئے گڑھے اُجاڑ راستے اور ویران سی فضا ئیں نظر آتی ہیں جس سے پتہ چلتا تھا کہ کوئی قیامت سی قیامت اس علاقے پر گزر چکی ہے۔ ان کھنڈرات کو دیکھ کر، مجھے عربوں کی وہ تمام نظمیں یاد آ رہی تھیں جن میں اُنھوں نے اپنے اُجڑے ہُوئے مسکنوں اور تباہ شُدہ مکانات کا ماتم کیا ہے امرؤالقیس سے لے کر ابوالطیب تک تمام شعراء نے اپنے اپنے زمانے میں کھنڈرات پر ماتم و نوحہ کے لیے جو جو اشعار کہے ہیں افغانستان کی بستیوں اور قصبوں کی تباہی اس سے کئی گُنا زیادہ ہے۔ محمد الیاس نے بتایا کہ اس علاقے کے چپے چپے پر جنگ لڑی گئی ہے۔ روسی اور افغانی افواج ایک پہاڑی سے شکست کھا کر دوسری پہاڑی پہ چلی جاتی تھیں۔ وہاں سے تیسری پر اس طرح ایک ایک انچ رقبے پر "خون شہیداں" کی پھوار پڑی ہے۔ یہ سرزمین عرصہ دراز سے پیاسی تھی اس لیے اس نے جتنے شہیدوں کا خُون پیا ہے شاید ہی کسی زمین نے اتنے مجاہدوں کا خُون پیا ہو، مگر یہ دھرتی تو اَب بھی پیاسی ہے۔ سولہ لاکھ انسانوں کا خُون پینے اور ڈیڑھ کروڑ کی آبادی میں سے ۶۰ لاکھ کی آبادی کو بے گھر کرنے پر بھی یہ زمین پیاسی ہے اور اَب بھی بے گناہوں کا خُون اس کے سینے میں جذب ہو رہا ہے۔ خُدا جانے آپس کی اس خانہ جنگی کا سلسلہ جو افغانستان پر مجاہدین کا قبضہ ہو جانے کے بعد شروع ہُوا، کب اور کہاں جا کر رُکے گا۔

آگے راستے میں ایک جگہ بلڈوزروں اور ٹریکٹروں کو سڑک بناتے ہُوئے دیکھا، تو پتہ چلا کہ یہ ترقیاتی کام U.N.O (اقوام متحدہ) کی امداد کے تحت انجام دیے جا رہے ہیں اور جہاں جہاں سڑک مکمّل ہو چکی تھی، وہاں وہاں پتہ چلتا تھا کہ سڑک کو واقعی ماہر ہاتھوں نے بنایا ہے، لیکن گاڑی زیادہ تر کچے راستوں اور ندی نالوں میں سے ہو کر گزر رہی تھی۔

مولانا نعیم الدّین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

اللہ تعالیٰ کے اسمِ مبارک کا احترام

عن المهاجر بن قنفذ انه اتى النبى صلّى الله عليه وسلّم وهو يبول فسلّم عليه فلم يرد عليه حتى توضأ ثم اعتذر اليه وقال انى كرهت ان اذكر الله الا على طهر او قال على طهارة.[1]

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوئے کہ آپ پیشاب فرما رہے تھے انھوں نے آپ کو سلام کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے سلام کا جواب نہیں دیا حتّٰی کہ آپ نے (پیشاب سے فارغ ہو کر) وضو کر لیا، پھر آپ نے ان سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا اصل بات یہ ہے کہ مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں اللہ تعالیٰ کا نام بغیر طہارت و پاکیزگی کے لوں، (اس لیے میں نے اس وقت تمہارے سلام کا جواب نہیں دیا تھا)

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اسمِ مبارک کا احترام

"کہا جاتا ہے ناصر الدین محمود (متوفی ۶۶۴ھ) کے ایک مصاحب (ندیمِ خاص) کا نام محمد تھا۔ بادشاہ اسے ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتا تھا، ایک روز ناصر الدین نے اس مصاحب

[1] مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۶۷

کو تاج الدّین کہہ کر آواز دی، اس مصاحب نے اس وقت تو بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی لیکن بعد میں اپنے گھر چلا گیا اور تین روز تک بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہُوا، ناصر الدین نے اس مصاحب کو طلب کیا اور اس کی غیر حاضری کا سبب دریافت کیا، مصاحب نے جواب دیا "آپ ہمیشہ مجھے "محمد" کے نام سے پکارا کرتے تھے، لیکن اس دن آپ نے خلافِ معمول تاج الدّین کہہ کر پکارا میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شاید آپ کے دل میں میری طرف سے کوئی بدگمانی پیدا ہو گئی ہے اس وجہ سے میں تین روز تک آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر نہ ہُوا، اور یہ سارا وقت انتہائی پریشانی اور بے چینی کے عالم میں بسر کیا بادشاہ نے قسم کھا کر کہا "میں ہرگز ہرگز تم سے بدگمان نہیں ہوں، لیکن میں نے جس وقت تم کو تاج الدّین کے نام سے پکارا تھا اس وقت میں با وضوء نہ تھا مجھے یہ مناسب نہ معلوم ہُوا کہ بغیر وضوء "محمد" کا مقدس نام اپنی زبان پر لاؤں" [1]

ایک کہے گا تو دس سُنے گا

کسی نے حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۷ھ) سے کہا کہ اگر آپ مجھے ایک بات کہیں گے تو مجھ سے دس سُنیں گے، آپ نے جواباً کہا کہ (بھائی تمہاری بات اپنی جگہ) لیکن تم اگر مجھے دس کہو گے تو مجھ سے ایک بھی نہ سُنو گے[2]

ایسا ہی ایک قصہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۷۲ھ) کا بھی تاریخ میں مذکور ہے وہ بھی سُنتے چلیئے۔

"ایک دفعہ دو شخص سرِ راہ لڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے، اُن میں سے ایک نے کہا او لعین: تو ایک کہے گا تو دس سُنے گا، اتّفاق سے مولانا کا اِدھر گزر ہُوا آپ نے اس سے فرمایا کہ بھائی جو کچھ کہنا ہے مجھ کو کہو کہ تم مجھ کو ہزار کہو گے تو ایک بھی نہ سُنو گے، دونوں مولانا کے پاؤں پر گر پڑے اور آپس میں صلح کر لی" [3]

کاش کہ یہ حوصلہ ہمیں بھی نصیب ہو جائے۔

محفل میلاد کی شرکت سے معذرت

حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سفرِ حج پر تشریف لے گئے تو فراغت پر مدینہ طیّبہ حاضری دی۔ مدینہ منوّرہ قیام کے دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے آپ کا کامل متبع شریف ہونا جھلکتا ہے یہ واقعہ چونکہ

[1] تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۷۶ [2] الکنز المدفون والفلک المشحون ص ۵۴ [3] تاریخ دعوت وعزیمت ج ۱ ص ۳۶۱

آج کل کے اتّباعِ شریعت اور محبّت رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دم بھرنے والوں کے لیے تازیانۂ عبرت و موعظت ہے اس لیے ان صفحات میں درج کیا جارہا ہے ملاحظہ فرمائیے۔ وہ واقعہ یہ ہے۔

"۱۲ ربیع الاوّل کو علماء و رؤسائے شہر مسجد میں جمع ہوئے اور سیّد صاحب کو بھی اس مجلس (محفل میلاد) میں شرکت کی دعوت دی، ایک شخص نے آکر کہا کہ "آج ربیع الاوّل کی مجلس ہے فلاں فلاں شرفاء اور رؤساء آپ کو شرکت کی دعوت دیتے ہیں"۔ آپ آرام فرمارہے تھے اُٹھ کر بیٹھ گئے اور مولانا عبد الحی صاحب (بڈھانوی شاگرد و داماد حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے فرمایا کہ "ان سے فرمائیے کہ اگر اس مجلس کا انعقاد محض لہو و لعب کے لیے ہے تو ہم کو شرکت سے معذور رکھیں اور اگر عبادت کی نیت سے ہے تو اس کو کتاب و سُنّت سے ثابت کر دیں، اس لیے کہ ہم لوگ عبادت اور کارِ ثواب ہی کے لیے اپنے گھروں سے آئے ہیں۔ اگر ثابت ہو جائے گا تو میں بسر و چشم حاضر ہو جاؤں گا۔ ورنہ ہم کو اس سے کچھ تعلّق نہیں" مولانا عبد الحی صاحب نے یہ مضمون اچھی طرح سمجھادیا، قاصد نے جاکر یہ مضمون اہلِ مجلس کو پہنچا دیا حاضرین سُن کر خاموش ہو گئے"۔[1]

غور فرمائیے حضرت سیّد احمد شہید رحمہ اللہ کا یہ واقعہ ۱۲۳۸/ ۲۲ ۱۸ء گویا آج سے تقریباً ایک سَو بہتر[۱۷۲] سال پہلے کا ہے اُس زمانے کی مروجہ محفلِ میلاد میں آپ نے شرکت سے معذرت فرمائی جو اغلباً منہیات سے پاک ہوگی تو اِس زمانے کی مروجہ محفلِ میلاد میں شرکت کا کیا جواز ہو سکتا ہے جو یقیناً غیر شرعی قیودات اور منہیات سے بھری ہوتی ہے۔

مروّجہ محفل میلاد کے متعلّق حضرت مجدّد الف ثانی رح کا مکتوبِ گرامی

مجلسِ میلاد کے خلاف حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرّہٗ کا وہ مکتوبِ گرامی قولِ فیصل کی حیثیّت رکھتا ہے جو اُنھوں نے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرّہٗ کے وصالِ مبارک کے بعد مقیمینِ خانقاہ کو بطور تنبیہ لکھا۔ خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"بستی فیروز آباد (دہلی) جو ہم فقراء کا ملجا و ماویٰ ہے اور ہمارے پیر و مُرشد کا مرکز

---

[1] منظورۃ السعداء بحوالہ سیرت سید احمد شہید، مؤلفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ج ۱ ص ۲۹۰

ہے اس میں اگر کوئی ایسی بات پیدا کی جائے جو اس طریقے کے مخالف ہو تو ہم فقراء کے لیے یہ امر باعثِ تشویش و اضطراب ہے۔ مخدوم زادگان (خواجہ عبد اللہ و خواجہ عبید اللہ) اپنے والد بزرگوار کے طریقے کو محفوظ رکھنے کے لیے زیادہ ذمّہ دار ہیں، حضرت خواجہ احرار قدس سرّہٗ کے صاحبزادوں نے اپنے والدِ بزرگوار کے طریقے میں تغیّر آجانے کے بعد اُن کے اصل طریقے کی محافظت کی اور تغیّر و تبدّل کرنے والوں سے مجادلہ کیا، چنانچہ آپ نے بھی اس کو سُنا ہوگا۔

از رُوئے انصاف فرمائیے اگر بالفرض حضرت خواجہ (باقی باللہ) اس وقت دُنیا میں موجود ہوتے اور یہ مجلس (مولود خوانی) منعقد ہوتی تو کیا وہ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے؟ فقیر کو تو یقین ہے کہ وہ ہرگز اس امر کو جائز نہ رکھتے بلکہ وہ اس سے منع فرماتے۔ مقصودِ فقیر اطّلاع کرنا ہے میری بات کو قبول کیجیے یا نہ کیجیے۔ اگر مخدوم زادگان اور وہاں کے احباب اسی موضوع پر قائم رہے تو ہم فقیروں کو اُن کی صُحبت سے محرومی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہوگا...

والسّلام اوّلاً و آخراً" 　　　(مکتوب نمبر ۲۷۳ جلد اوّل)

مکتوب ۴۲ (جلد ثالث) میں خواجہ حسام الدّین احمد کو زور دار طریقے پر آخری بات تحریر فرماتے ہیں:

"مخدوما فقیر کے دل میں یہ آتا ہے کہ مولود خوانی کا دروازہ جب تک مطلقاً بند نہ کیا جائے گا۔ بوالہوس باز نہیں آئیں گے اگر تھوڑا بھی جائز رکھیں گے تو بہت تک نوبت پہنچ جائے گی۔"[1]

○

---

[1] تجلّیاتِ ربّانی تلخیص و ترجمہ مکتوبات حضرت مجدّد الف ثانی از مولانا نسیم احمد فریدی امروہی شائع کردہ، کُتب خانہ "الفرقان" ۳۱ گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ۔ یو۔ پی"۔

تبصرہ

تبصرہ نگار: ڈاکٹر عبدالواحد صاحب

نام کتاب: اصلاحِ مفاہیم
مصنّف : سیّد محمّد علوی مالکی
اُردو ترجمہ : مولوی انیس احمد مظاہری
صفحات : ۴۲۶
ناشر : مکتبہ حکمت اسلامیہ، نظارۃ المعارف نوشہرہ صدر، پشاور
قیمت : درج نہیں۔

بسمہ تعالی حامدا ومصلیا

یہ کتاب ہمارے پاس تبصرہ کے لیے بھیجی گئی ہے اصلاً یہ عربی زبان میں ہے اور اصل کتاب کا نام "مَفَاهِيْمُ يَجِبُ اَنْ تُصَحَّحَ" ہے۔ بہت سی تقاریظ کے ساتھ مزیّن ہے جو کہ پاکستانی و عرب حضرات سے حاصل کی گئی ہیں۔ پیشِ نظر اُردو ترجمہ کے ناشرین کا دعوی ہے کہ "اس میں فیصلہ ہفت مسئلہ اور المہند والے ہی مسائل کو علمی دلائل کے ساتھ خُوب واضح کیا گیا ہے جس کو عرب و عجم میں فریقین کے جید عُلمائے کرام نے خوب سراہا ہے جیسا کہ اس کتاب کی تقاریظ سے ظاہر ہے" ص۱۲ اور ترجمہ کے اہتمام کا مقصدِ وحید یہ بتایا گیا ہے کہ ملّتِ اسلامیہ کے مختلف گروہ ایک مرتبہ پھر باہم شیر و شکر بن کر رہ سکیں۔

مقصد تو بہت ہی اچھا ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتّباع میں ہر اہلِ حق یہی چاہے گا کہ اُمّت، بجائے منتشر ہونے کے متحد ہو اور جو عملی و علمی گمراہیاں نظر آتی ہیں ان میں تخفیف ہو بلکہ سرے سے ختم ہی ہو جائیں، لیکن اتّحاد اگر اس قیمت پر ہو کہ اہلِ حق حق سے کچھ نیچے اُتر آئیں اور باطل کے ساتھ مصالحت کرلیں تو اوّل تو یہ بہت بڑی قیمت ہے جو فقط

اہلِ حق کو ادا کرنا ہو گی اور پھر ثانیاً اس سے (بلفرض محال) وجود میں آنے والے اتحاد کی حق کے اعتبار سے قدر و قیمت صفر ہو گی۔ مختصر الفاظ میں ہم یہ کہتے ہیں کہ مترجم و ناشرین وغیرہم ناسمجھی یا غلط فہمی سے مذکورہ قیمت پر مذکورہ اتحاد چاہتے ہیں، کتاب کے مندرجات پر ہمارا تفصیلی تبصرہ اکابرینِ دیوبند کے ارشادات کی روشنی میں اس پر گواہ ہے کتاب کا کسی عربی یا مکّی عالم کی تصنیف ہونا کوئی شرعی حجت نہیں ہے۔ ہم ان حضرات کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ غور و فکر سے کام لیں، اور اگر وہ تحقیقی دلائل سے ہماری بات کی تردید کریں گے تو انوارِ مدینہ کے صفحات اُن کے لیے حاضر ہوں گے۔ علم اور حق کسی کی جاگیر نہیں۔ ان حضرات کا راہِ حق کی طرف رجوع خود ان کے اپنے نفوس پر اور دیگر مسلمانوں پر ان کا احسان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ حق پر رکھیں اور نفس و شیطان کے اغواء سے حفاظت فرمائیں۔

آمین بحرمۃ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم

نوٹ: جہاں تک پاکستانی حضرات کی دی گئی تقاریظ کا تعلّق ہے تو گمان غالب ہے کہ محض حسنِ ظن کی بناء پر اُنھوں نے پڑھے بغیر لکھ دی ہوں، مدارس کے مہتممین اور دیگر خطباء حضرات کے پاس اتنا وقت ہی کہاں ہوتا ہے کہ وہ کسی کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھ کر تبصرہ کریں۔ اور اگر کتاب کو پڑھنے کے بعد اُنھوں نے تقاریظ لکھی ہوں — جو کہ بعید معلوم ہوتا ہے — تب بھی اصل معیارِ حق اور اس کے دلائل ہیں نہ کہ خیر القرون کے بعد کے ادوار کی شخصیات۔ ہماری اس بات کی تائید حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب مدظلہ العالی کے درج ذیل بیان سے ہوتی ہے جو آپ نے اس کتاب پر اپنے تائیدی دستخط سے اظہارِ برأت کے طور پر تحریر فرمائی ہے۔

"مفاہیم" کی ایک تقریظ پر تائیدی دستخط سے رجوع

"بندۂ ناچیز خانقاہِ عالیہ رائپور (ضلع سہارنپور) کا دریوزہ گر ہے۔ میرے شیخ و مُربّی قطب الارشاد حضرۃ مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہٗ (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) بانیٔ خانقاہ قطبِ عالم حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری قدس سرہٗ (م ۱۳۳۷ھ) کے

جانشین و خلیفۂ اعظم تھے۔ بانیٔ خانقاہ رائے پور کو مجدّد العصر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدّث گنگوہی قدس سرّہٗ (م ۱۳۲۷ھ) کے دامنِ فیض و تربیت سے وابستگی کا شرف و اعزاز حاصل رہے۔ مشائخِ رائے پور علم و عمل میں حضرت اقدس گنگوہی قدس سرّہٗ کے قدم بہ قدم تھے۔ اتباعِ سُنّتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام ہی اُن کا دستورِ حیات تھا۔ بدعات و خرافات سے وہ عمر بھر غایت درجہ نفور رہے اور اپنے متعلقین و منتسبین کو بھی اسی جادۂ مستقیم پر چلنے کی تلقین فرماتے رہے۔

ہندوستان کے اہلِ بدعت نے جس زمانہ میں حضرات عُلماءِ اہلِ سُنّت دیوبند کے مقابلے میں مخالفتوں کا طُوفان کھڑا کیا اور غلط عقائد اُن سے منسوب کر کے پروپیگنڈے کا جال پھیلایا تو شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرّہٗ (م ۱۹۵۷ء ۱۳۷۷ھ) نے "الشہاب الثاقب" اور شیخ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (م ۱۳۴۶ھ) نے "براہینِ قاطعہ" اور "المہند علی المفند" لکھ کر فتنوں کا سدِّباب کیا۔ "المہند علی المفند" اب "عقائد عُلماءِ اہلِ سُنّت دیوبند" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ عُلماءِ دیوبند کی پُوری جماعت کے اکابر نیز عالمِ اسلام کے مقتدر عُلماءِ کرام اور مفتیانِ عظام کی تقریظات و تائیدات اس پر موجود ہیں۔ بانیٔ خانقاہِ رائے پور حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبدالرّحیم رائے پوریؒ کے بھی اس پر دستخط ثبت ہیں: المہند کا ص۹۲ ملاحظہ ہو۔

"تصدیق لطیف شیخ الاتقیاء وسند الابرار حضرت مولانا الحاج الحافظ الشاہ عبدالرّحیم صاحب عمت مکارمھم

جو کچھ اس رسالہ (المہند علی المفند) میں لکھا ہے حق صحیح اور موجود ہے کتابوں میں نصّ صریح کے ساتھ، اور یہی میرا اور میرے مشائخ کا عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رضا ہو، اِسی پر اللہ ہم کو جلاوے اور اسی پر موت دے۔

بندۂ ضعیف عبدالرّحیم عفی عنہ رائے پوری خادم مولانا الشیخ رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرّہ العزیز"

کے مولّف جناب سیّد محمد علوی مالکی ہیں۔ ہماری ایک محترم عزیز شخصیت نے مختلف مقامات پر کتاب اور مولّفِ کتاب کا اچھے الفاظ میں تعارف کرایا۔ اور تقریظات چاہیں، چنانچہ بعض عُلماءِ کرام نے محض حُسنِ ظن کی بُنیاد پر تقریظات لکھ دیں۔ اصل کتاب کا مکمّل مُطالعہ اس وقت شاید کسی نے بھی نہیں کیا۔ بعد میں معلوم ہُوا کہ اس میں بعض مسائل ایسے بھی ہیں کہ صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمۂ مجتہدین کے ہاں تو اُن کی کوئی اصل ہی نہیں پائی جاتی، اور ان کی ایجاد بہت بعد کے زمانے میں ہُوئی ہے۔ ان میں ایک تداعی کے ساتھ محفلِ میلاد منعقد کرنا بھی ہے ــــ برِّ صغیر کے مقتدر مشائخ میں دُور دُور اس رسم کا نشان نہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء، حضرت خواجہ نصیر الدّین چراغ دہلی، حضرت مجدّد الف ثانی[1]، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت سیّد احمد شہید قدس اللہ اسرارہم کے ملفوظات و مکتوبات اور تالیفات و تصنیفات موجود ہیں، ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

نیز اس کتاب میں بعض عقائد بھی ایسے ہیں جو اہلِ سُنّت و جماعت سے متصادم ہیں۔

اَب حال ہی میں یہ کتاب "مفاہیم" اُردو ترجمہ ہوکر منظرِ عام پر آچُکی ہے۔ تو بعض مخلصین نے ان اختلافی مسائل کے بارے میں دریافت کیا ہے۔ بندہ پُوری صفائی سے یہ عرض کر دینا چاہتا ہے کہ کسی بھی کتاب کو بغیر مطالعہ کیے اس پر تقریظ و تبصرہ تحریر نہیں کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلّہٗ کا طرز بہت پسند آیا کہ میرے سامنے ایک عزیز دوست نے اُنھیں اپنی کتاب پر تقریظ لکھنے کو عرض کیا تو اُنھوں نے صاف انکار کر دیا کہ بغیر مطالعہ کیے میں تقریظ نہیں لکھا کرتا۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ حضرت مولانا عثمانی سے اس کتاب "مفاہیم یجب ان تصحح" پر تقریظ لکھنے کی درخواست کی گئی تو اُنھوں نے مطالعہ کے بعد تقریظ لکھی اور کئی ایک مقامات سے اختلاف کیا، لیکن صاحبِ کتاب نے اس تقریظ کو اپنے مقصد کے لیے مفید نہ پاکر شاملِ کتاب نہیں کیا۔

بندۂ ناچیز "مُفاہیم" کے عربی ایڈیشن کی ایک تقریظ پر تائیدی دستخط کرنے کا خطاوار

---

[1] ملاحظہ ہو مکتوباتِ امامِ ربّانی در رد مولود خوانی مکتوب ۲۷۳ ج۱ و مکتوب ۷۲ ج۳

ہے اور اس سے رجوع کرتا ہے۔ میرا مسلک "المہند علی المفند" کے مطابق ہے جو ہمارے بزرگوں کی تائیدی و تصدیقی کتاب ہے۔

حضرات علماءِ اہلِ سُنّت دیوبند کی تحقیقات سے متعارض و متصادم نظریات سے میرا کوئی تعلّق نہیں۔

احقر نفیس الحسینی

۲۱ رصفر المظفر ۱۴۱۵ھ

بحث اوّل: میلاد النبی اور اس کے لیے اجتماع

زیرِ تبصرہ کتاب اصلاح مفاہیم کے مصنّف فرماتے ہیں۔

"ہم اہلِ عرب کی عادت یہ ہے کہ بعض مناسبات تاریخیہ کی یادگار کو باقی رکھنے کے لیے اجتماع کرتے ہیں۔ مثلاً مولد النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اور اسراء اور معراج کا ذکر اور ۱۵ شعبان کی رات اور ہجرتِ نبویہ نزولِ قرآن و غزوۂ بدر وغیرہ کا ذکر اور ہمارے ذہنوں میں یہ ہے کہ یہ ایک عام چیز ہے اور دین سے اس کا کوئی علاقہ نہیں ہے لہٰذا اس کو مشروع یا سُنّت نہیں کہہ سکتے اور اُصول دین میں سے کسی اصل کے معارض بھی نہیں ہے کیونکہ خطرہ تو اس میں ہے کسی امر غیر مشروع کو مشروع سمجھ لیا جائے۔" (اصلاح مفاہیم، ص ۳۶۱)

"ہم ہر محفل و اجتماع اور مناسبت سے کہتے رہتے ہیں کہ یہ اجتماع عادی چیز ہے عبادت نہیں ہے۔" (اصلاح مفاہیم، ص ۳۶۴)

"اگر کوئی یوں کہے کہ یہ تو عبادت ہے تو ہم کہیں گے کہ دلیل لاؤ اور اگر یوں کہے کہ عادت ہے تو پھر ہم کہیں گے کہ جو چاہے کرتے رہو۔" (اصلاح مفاہیم، ص ۳۶۴)

"حاصل یہ ہے کہ مولد نبوی کے لیے جمع ہونا ایک عادی چیز ہے، لیکن اچھی اور نیک عادات میں سے ہے جس میں لوگوں کے لیے بہت سے منافع اور فوائد ہیں جن میں ہر ایک شرعًا مطلوب ہے۔" (اصلاح مفاہیم، ص ۳۶۴)

"خلاصہ یہ ہے کہ ہم کسی خاص رات میں محفل میلاد کے مسنون ہونے کو نہیں کہتے بلکہ جو ایسا عقیدہ رکھے وہ مبتدع ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر مبارک اور آپ کے

ساتھ تعلق ہر وقت اور ہر شخص کے لیے واجب ہے۔ البتہ آپ کی ولادت کے مہینہ میں داعیہ زیادہ قوی ہوتا ہے کہ لوگ متوجہ ہوں اور اجتماع کریں۔ . . (ایضاً ص ۳۶۵)

"بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اجتماعات متفق علیہا تاریخ میں تو ہوتے نہیں کیونکہ لوگوں کی عادت یہ ہے کہ اسراء اور معراج کی یادگار ۲۷ رجب کو مناتے ہیں اور مولد النبی ۱۲ ربیع الاول کی رات کو مناتے ہیں حالانکہ ان تاریخوں میں علماء کا اختلاف ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ تعیین وقت پر اتفاق یا عدمِ اتفاق اس معاملہ میں کچھ مؤثر نہیں کیونکہ ان چیزوں کے کسی مخصوص وقت میں مشروعیت کے تو قائل ہی نہیں بلکہ ہم نے جیسے کہ پہلے بھی ذکر کیا یہ تو ایک عادی چیز ہے اور اصل چیز تو ہم اجتماع کو غنیمت سمجھتے ہیں تاکہ اس میں لوگوں کو دین کی بات بتائی جائے تو اس رات میں لوگ خوب جمع ہوتے ہیں۔ اس سے بحث نہیں کہ صحیح تاریخ میں جمع ہوں یا غلط تاریخ میں محض اللہ کی یاد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جمع ہونا ہی اللہ جل شانہ کی رحمت اور فضل کے استحقاق کے لیے کافی ہے۔ (ایضاً ۳۶۲)

"یہ اجتماعات دعوت الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں اور بہت سنہری قیمتی مواقع، ان کو ضائع نہ کرنا چاہیے بلکہ علماء و دعاۃ پر واجب ہے کہ امت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات و سیرت معاملات و عبادات کی یاد دلائیں اور ان کو وعظ و نصیحت کریں اور شر و فتن و ابتداع و بلاء سے ڈرائیں"۔
(ایضاً ۳۶۵)

"عقل مند دعوت و فکر والے تو تمنا کرتے ہیں کہ اس طرح کے اجتماع کا ان کو موقع ملے تو اس میں اپنی دعوت اور افکار کو رائج کریں اور لوگوں کو اپنا بنائیں"۔ (ایضاً ص ۳۶۳)

"ہم اس جگہ ان دلائل و مناسبات کو ذکر کر کے جن سے یہ مضمون مستنبط کیا گیا طوالتِ مضمون میں نہیں پڑتے، کیونکہ اس موضوع پر علیحدہ ہمارا ایک رسالہ ہے جس کا نام حول الاحتفال بمولد النبوی الشریف ہے۔ ہاں خاص طور سے ہم حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کیے جانے کا قصہ ذکر کرتے ہیں کیونکہ اس سلسلہ میں بہت کلام کیا گیا ہے"۔ (اصلاح مفاہیم ۳۶۶)

مصنف کتاب "اصلاح مفاہیم" نے (اور ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں کے مصداق مترجم اور ناشرین اور دیگر موافقین نے) مذکورہ بالا عبارات میں مندرجہ ذیل امور ذکر کیے ہیں۔

(۱) ذکرِ میلاد کے لیے جمع ہونا عادی چیز ہے عبادت نہیں۔ دین سے اس کا کوئی علاقہ نہیں اور اُصولِ دین میں سے کسی اصل کے معارض بھی نہیں۔

(۲) کسی خاص رات میں محفلِ میلاد کے مسنون ہونے کو نہیں کہتے... البتہ آپ کی ولادت کے مہینہ میں داعیہ زیادہ قوی ہوتا ہے کہ لوگ متوجہ ہوں اور اجتماع کریں۔

(۳) یہ اجتماعات دعوت الی اللہ کا بڑا ذریعہ اور سُنہری موقع ہیں۔ اُن کو ضائع نہ کرنا چاہیے۔

(۴) دلائل و مناسبات جن میں سے ایک حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کیے جانے کا قصہ ہے۔

ہم ان اُمور کو ترتیب وار ذکر کریں گے اور اکابرین دیوبند کے حوالجات سے بتائیں گے کہ اس کتاب کے ناشرین کا حلقہ جس روش پر مصر ہے اور اس کو اکابرینِ دیوبند کا مسلک و مشرب ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے اس کا اکابرینِ دیوبند سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

<u>پہلی فصل: ذکرِ میلاد نبوی کے لیے جمع ہونا تداعی کے ساتھ</u>

مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں "ذکرِ ولادتؐ کا مثل ذکر دیگر سیر و حالات کے مندوب ہے۔" (براہین قاطعہ، ص ۸)

"جب یہ معلوم ہو گیا کہ ذکرِ ولادتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم عبادت ہے اور مندوب و مستحب ہے تو اَب سمجھیے کہ فرائض و واجبات کے لیے دعوت دینا اور لوگوں کو بلانا اور جمع کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ ضروری اور فرض ہے، لیکن نفلی کاموں کے لیے فرائض و واجبات کا سا اہتمام کرنا شرعًا ناجائز ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نماز چاشت کو مسجد میں اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کو بدعت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

" جو لوگ اسے بدعت کہتے ہیں وہ ان لوگوں کے مجتمع ہونے اور مسجد میں علی الاعلان پڑھنے کی بناء پر ہے۔ مطلب یہ کہ یہ نماز (چاشت کی نماز) حد ذات میں (یعنی بذات خود) تو مشروع (جائز) ہے لیکن اس کا ایسا اجتماع و اظہار جیسا کہ فرائض میں ہے بدعت ہے اس لیے کہ نوافل میں سُنّت (طریقہ) اور اس کی فضیلت چھپانے اور گھر میں پڑھنے میں ہے۔"

اسی طرح نفل نماز کو جماعت سے ادا کرنا گو جائز ہے مگر لوگوں کو بلا کر اور اکٹھا کر کے اہتمام کے ساتھ نوافل کی جماعت کرنا مکروہ ہے اور اتّفاقیہ طور پر اگر چار یا پانچ آدمی جمع ہو جائیں تو بھی نفل نماز با جماعت پڑھنا منع ہے کیونکہ اگرچہ یہاں اہتمام کے ساتھ نفل کی جماعت کے لیے بلایا نہیں

گیا ہے، لیکن پھر بھی اہتمام کی سی شان خود بخود پیدا ہوجاتی ہے اس لیے چار یا پانچ آدمیوں کا نفل نماز باجماعت پڑھنا منع ہے خواہ بلا کر اُن کو جمع کیا گیا ہو یا بلا دعوت خود بخود جمع ہوگئے ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں پر اعتراض کرتے ہُوئے جو مسجد میں تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے ارشاد فرماتے ہیں۔

"نماز تہجد کو جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اطراف وجوانب سے اس وقت لوگ نماز تہجد کے لیے جمع ہوجاتے ہیں اور خاص اہتمام سے اس کو ادا کرتے ہیں، حالانکہ یہ عمل (نفل نماز کے لیے لوگوں کو بُلانا اور اہتمام کرنا) مکروہ تحریمی ہے۔"

(مروجہ محفل میلاد ص۲۹ از مولانا قاری عبد الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ)

مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"پس غور کرنا چاہیے کہ نفس ذکر مولود مندوب و مستحسن ہے مگر صلوٰۃ نفل اس سے اعلیٰ وافضل ہے کہ عمدہ عبادات اور افضل القربات ہے اور خیر موضوع مگر بایں ہمہ بوجہ تداعی واہتمام کے کہ یہ اس میں مشروع نہیں بدعت لکھتے ہیں۔ یہاں ذکر مولود میں بھی گو مندوب ہے مگر تداعی واہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت ہووے گا۔ البتہ وعظ و درس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے جیسا فرائض صلوات میں تداعی ضروری ہے۔" (براہین قاطعہ، ص: ۱۵۳)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو

"عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام وتداعی اس میں بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس زمانہ میں اس کا انعقاد درست نہیں۔" (ص۱۰ فتاوی رشیدیہ)

حاصل یہ ہے کہ جس اجتماع کا ذکر مصنفِ اصلاحِ مفاہیم نے کیا ہے وہ تداعی سے خالی نہیں ہے اور چونکہ یہ اجتماع ذکرِ مندوب کے لیے ہے لہٰذا تداعی کی وجہ سے اس اجتماع میں کراہت آئی۔

اب مصنف کتاب کا یہ کہنا کہ "ذکرِ میلاد کے لیے جمع ہونا عادی چیز ہے۔ عبادت نہیں۔ دین سے اس کا کوئی علاقہ نہیں اور اُصول دین میں سے کسی اصل کے معارض بھی نہیں" مصنّف کی اصول دین سے کما حقہ واقفیت نہ ہونے کی دلیل ہے جبکہ تداعی کی وجہ سے اجتماع

بدعت ومکروہ ہُوا اور اس پر بدعت وکراہت کا قول دین وشرع کا حکم ہے تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ اس اجتماع کو دین سے کوئی علاقہ نہیں اور یہ اُصولِ دین میں سے کسی اصل کے معارض بھی نہیں۔

جو مجلسِ میلاد تداعی کے ساتھ ہو اس کا اصولِ دین کے معارض ہونا

① اُوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ اُصولِ دین میں سے ایک اصل یہ ہے کہ نوافل ومستحبات کے لیے تداعی کے ساتھ اجتماع ناجائز ہے۔

② اسی طرح اس کے اُصولِ دین کے معارض ہونے کو مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس طرح ذکر کیا ہے۔

"جاننا چاہیے کہ بعد خیر القرون کے جو چیزیں ایجاد کی گئی ہیں اُن کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ کہ اُن کا سببِ داعی بھی جدید ہے اور وہ موقوف علیہ ایک ماموربہ کی ہیں۔ بغیر اُن کے کسی ماموربہ پر عمل نہیں ہو سکتا جیسے کُتبِ دینیہ کی تصنیف اور تدوین، مدرسوں اور خانقاہوں کی بناء یہ کہ حضورؐ کے زمانہ میں ان میں سے کوئی شے نہ تھی اور سببِ داعی اُن کا جدید ہے اور نیز یہ چیزیں موقوف علیہ ہیں ایک ماموربہ کی . . . یہ اعمال گو صُورت بدعت ہیں لیکن واقع میں بدعت نہیں بلکہ حسبِ قاعدہ مقدمۃ الواجب واجبؒ واجب ہیں۔

دوسری قسم وہ چیزیں ہیں جن کا سبب قدیم ہے جیسے مجالسِ میلادِ مروجہ اور تیجہ دسواں چہلم وغیرہ من البدعات کہ اُن کا سبب قدیم ہے۔ مثلاً مجلسِ میلاد کے منعقد کرنے کا سبب فرح علی الولادۃ النبویۃ ہے اور یہ سبب حضورؐ کے زمانہ میں بھی موجود تھا، لیکن حضور نے یا صحابہ نے یہ مجالس منعقد نہیں کیں۔ نعوذ باللہ (کیا) صحابہ کا فہم یہاں تک نہیں پہنچا؟ اگر سبب اس کا اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ منشا اس کا موجود نہ تھا، لیکن جبکہ باعث اور بناء اور مدار موجود تھا پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضور نے کبھی مجلس میلاد منعقد کی اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسی چیزوں کا حکم یہ ہے کہ وہ بدعت ہیں صورۃً بھی اور معنیً بھی اور حدیث مَنْ اَحْدَثَ

ہو کر مقبول ہے۔" (مواعظ میلاد النبی۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ص ـــ)

(۳) مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"قیود محفل مروّجہ کی دو قسم کی ہیں۔ بعض وہ اُمور ہیں کہ باصلہ مکروہ وحرام ہیں تو اُن کی اس محفل میں موجود ہونے سے یہ محفل محکوم بحرمت وکراہت ہو جاوے گی۔ ہر حال اس کا عقد اور شرکت دونوں ممنوع رہیں گے اور کوئی عذر تاویل اس کے جواز کی ممکن نہیں جیسا روشنی زائد از قدرِ حاجت کہ بنص حرام و اسراف ہے اور لباس وزی (وضع قطع) حاضرین کا جو محرم شرعی ہے اور مداہنت فی الدّین کہ نص سے حرمت اس کی محقق ہے ـــ اور قسم دویم وہ اُمور ہیں کہ باصلہ مباح ہیں یا مندوب مگر بسبب عروض تاکّد یا وجوب کے علماً یا عملاً ذہن خواص میں یا عوام میں اُن کو کراہت عارض ہوگئی ہے حسبِ حکم شرع کے پس ان اُمور قسم ثانی کا وجود مجلس مولود میں اس وقت تک مباح وجائز ہے کہ اپنی حالتِ اصلیہ پر رہیں اور جس وقت اپنی حالت سے نکلی اور خواص یا عوام کے ذہن میں ان کی کیفیت انداز اباحت وندب سے بڑھی اس وقت وہ بھی مکروہ ہو جاتے ہیں اور اُن کے ہونے سے محفل مولود عقد اور شرکت میں مکروہ ہو جاتی ہے۔ پس یہ قاعدہ شرعیہ اہلِ ایمان خُوب محفوظ رکھیں کہ بہت کار آمد ہے۔ (براہین قاطعہ، ص ۲۶۳)

(۴) مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے ایک مکتوب کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"اور اگر تسلیم کیا جائے کہ آپ کی محفلِ میلاد خالی ہے جملہ منکرات سے اور کوئی امرِ نا مشروع اس میں نہیں ہے تو دیگر مجالس تمام عالم کی تو سراسر مُنکر ہیں اور یہ فعل آپ کا اُن کے مؤید ہے۔ پس یہ فعلِ مندوب آپ کا جب مُغوِیِ خلق ہو تو اس کے جواز کا کیسے حکم کیا جاوے گا اگر حق تعالیٰ نے نظر انصاف بخشی تو سب واضح ہے ورنہ تاویل و شبہات کی بہت گنجائش ہے۔ مذاہبِ باطلہ کی اہلِ حق نے بہت کچھ تردید کی، مگر قیامت تک بھی اُن کے شبہات تمام نہ ہوں گے۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"خواص کے کسی فعل مباح سے اکثر عوام کے عقائد میں فساد آنے کا اندیشہ غالب ہو تو خواص بھی مامور بترکِ مباح ہوں گے۔ شامی محشی درمختار نے بحث کی ہے کہ کراہت تعیین سورت میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ جہاں تغیّر شرع ہو یا ایہام جاہل ہو وہاں کراہت ہو گی۔

پس عوام النّاس تغیر شرع کی وجہ سے روکے جاتے ہیں اور خواص ایہام جاہل کی وجہ سے یہی وہ مفسدہ ہے جس کا مخفی رہ جانا اور ملتفت الیہ نہ ہونا بعید نہیں۔" (مواعظ میلاد النبی ص۲۵۹)

اکابر دیوبند کے تحریر کردہ چار اُصولِ دین ہیں جو معارض ہیں اس محفلِ میلاد کے جس میں تداعی ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور خرافات نہ ہوں۔ اب وہ لوگ جو اصلاح مفاہیم جیسی کتاب کا ترجمہ کر کے اور اس کو شائع کر کے اسی قسم کی محافل میلاد کی ترویج کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سوچ لیں کہ اکابر دیوبند اگر اس وقت موجود ہوتے تو وہ اُن کے سامنے کیا وجہ پیش کرتے۔

دوسری فصل: کسی خاص رات یا خاص مہینہ میں محفل میلاد کا انعقاد

اگرچہ مصنّف نے تصریح کی ہے کہ "وہ کسی خاص رات میں محفلِ میلاد کے مسنون ہونے کو نہیں کہتے بلکہ جو ایسا عقیدہ رکھے وہ مبتدع ہے۔"

لیکن مصنّف کی عبارتیں اس پر دلیل ہیں کہ اُن کے نزدیک اگر کسی خاص رات میں اور کسی خاص مہینے میں یہ محافل منعقد کی جائیں تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ مثلاً مصنّف کہتے ہیں۔

"ان چیزوں کے کسی مخصوص وقت میں مشروعیت کے تو قائل نہیں بلکہ ہم نے جیسے کہ پہلے بھی ذکر کیا یہ تو ایک عادی چیز ہے۔ اور اصل چیز تو ہم اجتماع کو غنیمت سمجھتے ہیں۔" (اصلاح ص۳۶۴)

"البتہ آپ کی ولادت کے مہینہ میں داعیہ زیادہ قوی ہوتا ہے کہ لوگ متوجہ ہوں اور اجتماع کریں۔" (اصلاح مفاہیم ـــ ص۳۶۵)

"بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اجتماعات متفق علیہا تاریخوں میں تو ہوتے نہیں کیونکہ لوگوں کی عادت یہ ہے کہ اسراء اور معراج کی یادگار ۲۷ رجب کو مناتے ہیں اور مولد النبی ۱۲ ربیع الاوّل

کی رات کو مناتے ہیں حالانکہ ان تاریخوں میں علماء کا اختلاف ہے"۔ (اصلاح مفاہیم۔ ص۳۶۲)

مصنّف کتاب "اصلاحِ مفاہیم" ان اجتماعات کے لیے اگرچہ کسی تاریخ کی تعیین کو شرعی حیثیّت نہیں دیتے، لیکن جو لوگ تعیین کے ساتھ ان اجتماعات کا انعقاد کرتے ہیں اُن پر کوئی نقد بھی نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم اجتماع کو غنیمت سمجھتے ہیں اور اُن کو دعوت الی اللہ کا بڑا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ مصنّف محض یہ کہہ کر کہ وہ کسی مخصوص وقت میں مشروعیت کے قائل نہیں اور اسی طرح یہ کہہ کر بھی کہ "ہم تو لوگوں کو کہتے ہیں کہ اس اجتماع کے واسطے صرف ایک رات مقرّر کرنا اور بقیہ راتیں ترک کر دینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ بے وفائی ہے اور لوگ ہماری اس بات کو پُوری رغبت و توجّہ سے مانتے ہیں"۔ (اصلاح ص۳۶۵) بری الذمہ نہیں ہو سکتے کیونکہ جبکہ خاصی تعداد میں لوگوں نے ۱۲ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی کہنا اور سمجھنا شروع کر دیا ہے اور یہ بھی آج نہیں ہُوا بلکہ ایسا خاصے عرصے سے ہو رہا ہے۔ تو کیا جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اس تعیین میں تأکّدِ مشروعیت نہیں سمجھتے؟ جب معلوم ہے کہ وہ سمجھتے ہیں تو ایک تو اُن کی محفل میں خود شریک ہونے سے اگرچہ اصلاح اور دعوت الی اللہ ہی کے قصد سے ہو اور دوسرے خود اس تاریخ اور اس مہینے میں محفل منعقد کرنے سے کیا یہ لوگ کبھی سمجھ سکیں گے کہ یہ تعیین اور تعیید ناجائز ہے؟ اور یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کچھ لوگ آپ کی بات کو پُوری رغبت و توجّہ سے مانتے ہیں تو اوّل تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ کچھ لوگ ۱۲ ربیع الاوّل کی مشروعیت کے عقیدے کے ساتھ ساتھ دیگر ایّام میں بھی محفل میلاد کرنے لگیں گے۔ دوسرے کچھ لوگ آپ کے قصد کے برخلاف اپنے لیے حجّت و دلیل بنائیں گے۔ وہ آپ کے قول کو نہیں سُنیں گے لیکن آپ کے عمل کو اپنے لیے ضرور حجّت بنا لیں گے۔ اس طریقے سے آپ کا عمل مُغوِیِ خلق بنے گا۔

دیکھیے مولانا تھانوی رحمہ اللہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کو اپنے اشکالات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شرکت بعض مجالس کی الحمد للہ مجھ کو نہ غلو و افراط ہے نہ اس کو موجب قربت سمجھتا ہوں مگر توسع کسی قدر ضرور ہے اور منشا اس توسع کا حضرت قبلہ و کعبہ

(حاجی امداد اللہ صاحب) کا قول و فعل ہے مگر اس کو حجّتِ شرعیہ نہیں سمجھتا بلکہ بعد ارشاد اعلیٰ حضرت (یعنی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب) کے خود بھی مَیں نے جہاں تک غور کیا اپنے فہم ناقص کے موافق یوُں سمجھ میں آیا کہ اصل عمل تو محل کلام نہیں ہے۔ البتّہ تقییدات و تخصیصات بلا شبہہ محدث ہیں۔ سو اس کی نسبت یوُں خیال میں آیا کہ ان تخصیصات کو اگر قربت و عبادت مقصودہ سمجھ لیا جاوے تو بلاشک عبادت ہیں اور اگر محض امورِ عادیہ مبنی پر مصالح سمجھا جاوے تو بدعت نہیں بلکہ مباح ہیں ...... ہاں ان تخصیصات کو کوئی مقصود بالذات سمجھنے لگے تو اُن کے بدعت ہونے میں کلام نہ ہوگا اس کے ساتھ ایک اور خیال بھی آیا کہ گو اس صُورت میں یہ بدعت اعتقادی نہ ہوگا مگر اس کا اہتمام و التزام بدعت عملی تو ہوگا... تیسرا اور خیال ہُوا کہ گو ایسے فہیم آدمی کے حق میں بدعت نہ ہوگا، مگر چونکہ عوام کو اس سے شُبہہ اس کی ضروریات یا قربت کا ہوتا ہے ان کے حفظِ عقیدہ کے لیے یہ واجب الاجتناب ہوگا..... چوتھا خیال ایک اور پیدا ہُوا کہ سب کچھ سہی مگر یہ خصوصیات بعض قواعد و اُصول فقہ حنفی کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔" (مواعظ میلاد النبی ص ۲۶۸، ص ۲۶۹)

مولانا تھانوی رحمہ اللہ اپنے مکتوب محبوب القلوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"اصول شرعیہ اور نیز قواعدِ عقلیہ میں سے یہ امر مسلم ہے کہ جو فعل نہ مامور بہ ہو نہ منہی عنہ ہو یعنی نصوص شرعیہ میں نہ اس کے کرنے کی ترغیب ہو اور نہ اس کے کرنے کی ممانعت ایسا امر مباح ہوتا ہے اور ہر چند کہ مباح اپنی ذات میں نہ طاعت ہے نہ معصیت مگر عوارضِ خارجیہ کے اعتبار سے ممکن ہے کہ کبھی وہ طاعت بن جاوے کبھی معصیت بن جاوے۔ مثلاً چلنا کہ ایک فعل مباح ہے نہ اس پر ثواب نہ عقاب مگر ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسی مصلحت و منفعت ہو جس سے یہ عبادت ہو جاوے مثلاً مسجد یا مجلس وعظ کی طرف چلنا یا کسی کی عیادت یا تعزیّت کے لیے چلنا۔ اور ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسی مضرت مفسدہ ہو جس سے یہ معصیت ہو جاوے۔ مثلاً ناچ دیکھنے کو چلنا یا شراب خوری کے لیے چلنا۔

اور یہ بھی جاننے کی بات ہے کہ مضرت و مفسدہ دو قسم کا ہے۔ لازمی و متعدی۔ لازمی وہ جس سے فاعل کو ضرر پہنچے۔ متعدی وہ جس سے دوسروں کو ضرر پہنچے۔

سو جس طرح فعلِ مباح بوجہ لزومِ ضررِ لازمی کے واجب المنع ہوجاتا ہے اسی طرح بوجہ ضررِ متعدی کے بھی ممنوع ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی ایسا مریض جس کا مرض محسوس نہیں اور طبیب نے اس کو افطارِ صوم کی اجازت دے دی گو اس کو کھانا پینا علی الاعلان فی نفسہٖ جائز ہے مگر جس مقام پر یہ احتمال ہو کہ کوئی دوسرا شخص یہ حالت دیکھ کر روزہ کی بے وقعتی کر کے اپنا روزہ تباہ کر دے گا اس مقام پر یہ امر جائز بھی ناجائز بن جاوے گا بلکہ اس کا اخفا ضروری ہوگا۔ اور یہ امر بہت ہی ظاہر ہے۔

اب دوسرا قاعدہ سمجھنے کے قابل ہے کہ بعض افعالِ مباحہ تو ایسے ہوتے ہیں جن میں سراسر مصلحت ہی مصلحت ہے۔ اس کے تو مستحسن ہونے میں سب کا اتّفاق ہوتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سراپا مفسدہ ہی مفسدہ ہے اس لیے ممنوع ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہوتا بعض ایسے افعال ہیں جن میں کچھ مصلحت اور کچھ مفسدہ ہوتا ہے۔ کسی کی نظر مصلحت پر ہوتی ہے اور مفسدہ کی طرف یا تو التفات نہیں ہوتا یا اس کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے یا اس میں کچھ تاویل کی گنجائش سمجھ لیتے ہیں۔ ایسا شخص اس کو جائز بلکہ مستحسن کہتا ہے اور کسی کی نظر مفسدہ پر بھی ہوتی ہے خواہ مفسدۂ لازم ہو یا متعدی ایسا شخص اسکو ممنوع ٹھہراتا ہے خواہ مصلحت پر نظر ہی نہ ہو یا اس پر بھی نظر ہو کیونکہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب حلت و حرمت کے اسباب کسی شی میں جمع ہو جاتے ہیں تو وہاں حرمت ہی کو ترجیح ہوتی ہے ایسے امور ہمیشہ محل کلام و اختلاف رہا کرتے ہیں مگر اُن میں اختلافات رفع کرنا اگر اہلِ اختلاف میں قدرے طلبِ حق و انصاف ہو بہت ہی سہل ہوتا ہے اس لیے کہ صرف یہ بات دیکھ لینے کی ہوتی ہے کہ اس میں کوئی مفسدہ تو نہیں۔ اگر کوئی مفسدہ نہ نکلے تو مانعین اپنے فتوٰی ممانعت کو چھوڑ دیں اور اگر مفسدہ نکل آوے تو مجوزین اپنے جواز سے رجوع کریں گو اس میں مصلحتیں بھی ہوں اس لیے کہ اُوپر مذکور ہو چکا کہ تعارض کے وقت منع کو ترجیح ہوتی ہے، البتّہ اگر کسی مامور بہ میں کوئی مفسدہ ہو تو وہاں مفسدہ کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔ مگر مباح میں جب صلاح دُشوار ہو نفس فعل کو ترک کرنا لازم ہوتا ہے بلکہ مباح تو کیا چیز اگر سُنّت زائدہ میں ایسے مفاسد کا احتمال قوی ہو اس کا ترک مطلوب ہو جاتا ہے۔ یہ سب قواعد کُتبِ شرعیہ اصولیہ و فرعیہ میں موجود مذکور ہیں۔

حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے شیدائیوں کے لیے نوید ہے کہ

"بخاری کی باتیں"

از سیّد امین گیلانی شائع ہوگئی ہے۔ شائقین کرام اور تاجر حضرات اپنے اپنے آرڈر فوراً ارسال فرمائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے۔ قیمت: ۷۵ روپے، پاکستان اور آزاد کشمیر کے ہر بڑے شہر کے بک سٹال یا براہِ راست ادارہ السادات شرقپور روڈ شیخوپورہ۔ فون: ۵۴۴۱۶ سے طلب کریں۔

عبدالستار عاصم ناظم ادارہ السادات

عالمِ اسلام کے شہرۂ آفاق محقق حضرت علامہ احمد بن حجر المکی الہیتمی رحمۃ اللہ علیہ المتوفیٰ ۹۸۴ھ کی مایہ ناز کتاب

القول المختصر فی علامات المهدی المنتظر

اہلِ سُنّت والجماعت کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم خاتم النبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت امام مہدی علیہ الرضوان وسلامہ، قربِ قیامت میں پیدا ہونگے اور اُن کی خلافت، خلافتِ راشدہ ہوگی، اُن کے زمانے میں یہ دُنیا انوارِ اسلام سے معمور ہو جائے گی، اُن کے زمانے میں حضرت عیسٰی علی نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نزول فرمائیں گے۔ تفصیلات کے لیے علماء کرام کتابِ ہٰذا عربی ایڈیشن مطالعہ فرمائیں۔

مکتبہ سیّد احمد شہید ۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اُردو بازار، لاہور